38

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

6 اکتوبر 2004ء — 20 شعبان المعظم 1425ھ

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

گرہ بھنور کی کُھلے تو کیونکر......

سالانہ اجتماع کے مقاصد

انسان کا اہم ترین مسئلہ: نجات اخروی

تنظیم اسلامی کا تعارف

تنظیم اسلامی کی دعوت

اسلامی نظام

عصر حاضر میں نظام خلافت

ڈاڑھی، مسلمانوں کی تہذیبی علامت

عہد کی ذمہ داریاں

رفیقہ تنظیم اسلامی کا انتخاب کیوں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ مَجۡرٖھَا وَ مُرۡسٰھَا

مجھے خوب معلوم تھا کہ یہ راہ یوں تو ویسے بھی بڑی کٹھن اور پر صعوبت ہے اور اس پر چلنے کے لئے ''چیتے کا جگر چاہئے شاہیں کا تجسس!'' اس لئے کہ بفحوائے آیۂ قرآنی ﴿اِنَّ ذٰلِكَ مِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ﴾ ''بے شک یہ بہت ہمت کے کاموں میں سے ہے!'' لیکن اس میں پہل کرنے والا تو گویا ایک بہت ہی بھاری بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھالیتا ہے اور ''اَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ'' اور ''اَنَا اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ'' کہتے ہوئے اس پُر خطر وادی میں اتر جانا اور پھر پکارنا کہ ''مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ!'' ''کون ہے میرا مددگار اللہ کی راہ میں!'' ہرگز کوئی آسان کام نہیں! یہی وجہ ہے کہ تا حال میں ''درس و تدریس'' کے گوشۂ عافیت ہی میں پناہ گزیں رہا لیکن اب بہت غور و فکر اور سوچ بچار کے بعد محض اللہ تعالیٰ کی تائید و توفیق پر توکل اور اعتماد اور صرف اُسی کی امداد و اعانت کے سہارے اور بھروسے پر میں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ آئندہ میری زندگی میں یہ کام صرف درس و تدریس تک محدود نہیں رہے گا بلکہ ان شاء اللہ العزیز احیائے اسلام اور غلبۂ دین حق ہی عملاً میری زندگی کا اصل مقصد ہوں گے اور میری بہتر اور بیشتر مساعی بالفعل دعوتِ دین اور خلقِ خدا پر دینِ حق کی جانب سے اتمامِ حجت میں صرف ہوں گی گویا ﴿اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ﴾ اور اسی کی دعوت میں اپنے تمام عزیزوں، دوستوں اور تمام جاننے والوں حتیٰ کہ بزرگوں تک کو دوں گا اور پھر جو لوگ اس راستے پر ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو جائیں انہیں ایک نظم میں منسلک کر کے ایک ہیئت اجتماعیہ تشکیل دوں گا جو ان مقاصد عالیہ کے لئے منظم جدوجہد کر سکے ''وَمَا تَوۡفِیۡقِیۡۤ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ!''

بانی ''تنظیم اسلامی'' کی 1967 والی اُس تقریر کا اقتباس جو اس ''تنظیم'' کی تاسیس و تشکیل و تعمیر کا سبب بنی

سورۃ آل عمران (آیات 102`103)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ
عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ
لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ ﴾

''مومنو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اس کے تقویٰ کا حق ہے اور مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔ اور سب مل کر اللہ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا' اور اللہ کی اُس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اُس نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو اللہ نے تم کو اس سے بچالیا۔ اس طرح اللہ تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔''

یہاں سے سورۃ آل عمران کا نصف ثانی شروع ہو رہا ہے۔ یہاں مسلمانوں سے خطاب ہے کہ امت مسلمہ اب آخری امت ہے جو قیامت تک رہے گی۔ اس دوران امت پر کئی دور آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ باہمت لوگوں کو بھی پیدا کرے گا۔ مجدد دین آئیں گے جو تجدید دین کا کام کریں گے۔ دین کو قائم کرنے کی جدو جہد ہوگی تو اس کے لئے کوئی لائحہ عمل ہوگا۔ ان ابتدائی تین آیات میں اسی لائحہ عمل کے تین مدارج واضح کئے گئے ہیں۔ اس پر میری ایک کتاب بھی موجود ہے ''امت مسلمہ کے لئے سہ نکاتی لائحہ عمل'' اس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔

اقامت دین کا کام کرنے کے لئے سب سے پہلا مرحلہ افرادی شخصیت سازی اور تعمیر کردار ہے۔ چنانچہ ایمان والوں کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور یہ کہا جا رہا ہے کہ تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم اللہ کے فرمانبردار ہو۔ جب یہ آیت اتری تو صحابہ کرامؓ گھبرا گئے کہ یارسول اللہ ﷺ اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کا حق کون ادا کر سکتا ہے۔ پھر سورۃ التغابن کی آیت نازل ہوئی کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جہاں تک تمہارے اندر استطاعت ہے' یعنی اپنی امکانی حد تک خوفِ خدا کے تحت زندگی گزارو' اس پر ان کو اطمینان ہوا۔ یہ بھی فرمایا جا رہا ہے کہ مت مرنا مگر حالت فرمانبرداری میں۔ یعنی کوئی پتہ نہیں کہ موت کب آجائے' تو اگر حالت ایمان وایقان اور فرمانبرداری پر مرنا پیش نظر ہو تو ہمہ وقت تقویٰ پر گامزن رہنا ہوگا۔ کوئی لمحہ نافرمانی میں نہ گزرے' مبادا موت کا ہاتھ اُسی وقت تمہیں دبوچ لے۔ پس اس طرح کی پختہ اور راسخ شخصیتیں تیار کرنا ضروری ہے۔

افرادی کردار سازی ہو جائے گی تو دوسرا مرحلہ اجتماعیت کا ہے' چنانچہ حکم ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔ مل جل کر رہو اور تفرقے میں نہ پڑو۔ اس سے پہلے رکوع میں الفاظ تھے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ چمٹ گیا پس اس نے سیدھی راہ کی طرف راہ نمائی پالی۔ تو اللہ سے کیسے چمٹیں؟ یہاں واضح کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پختہ کرنے کے لئے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔ اللہ کی رسی کون سی ہے؟ تو متعدد احادیث میں وضاحت ہے کہ اللہ کی رسی قرآن حکیم ہے' چنانچہ قرآن مجید کے ساتھ اپنی وابستگی کو یقینی بنایا جائے' قرآن کا فہم حاصل کیا جائے' قرآن کے نظریات اور حکمت کو سمجھا جائے' اور پھر سب اہل ایمان قرآن کے فیصلوں کو قبول کرنے والے بن جائیں تو اس طرح اُن میں مضبوط اجتماعیت پیدا ہو جائے گی۔ انسانوں کی اجتماعیت بھیڑ بکریوں کے گلہ کی طرح نہیں کہ ایک شخص ہاتھ میں چھڑی لئے ان کو ڈسپلن میں لا رہا ہے۔ انسانوں کے اتحاد کی بنیاد اس بات پر ہے کہ ان کے نظریات ہم آہنگ ہوں' مقاصد اور اہداف ایک ہوں' سوچ اور نقطہ نظر ایک جیسا ہو۔ اور یہ یک رنگی صرف قرآن کے فہم وادراک سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ خوشیاں مناؤ۔ یہ قرآن ایسی چیز ہے کہ اس کا ایک سرا تمہارے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں۔ اس طرح قرآن تقرب الی اللہ کا ذریعہ بھی ہے اور تمہیں آپس میں جوڑ کر رکھنے کا سبب بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری اس تحریک کا منبع اور سرچشمہ یہی قرآن حکیم ہے۔ الحمد للہ کہ میں نے اپنی زندگی دعوت رجوع الی القرآن میں ہی کھپائی ہے۔ انجمن خدام القرآن بنی۔ تنظیم اسلامی وجود میں آئی۔ قرآن اکیڈمی اور قرآن کالج قائم ہوئے۔ اعلیٰ دنیاوی تعلیم پا چکنے والوں کے لئے فہم دین کا ایک سالہ کورس جاری ہوا' جہاں وہ عربی سیکھیں اور قرآن کا فہم حاصل کریں۔ لوگو! تم کفر وعصیان کی بدولت دوزخ کے بالکل کنارے پر کھڑے تھے کہ جونہی موت آئی اور اس میں گرے۔ لیکن اللہ نے تمہارا ہاتھ پکڑ کر اس سے بچالیا اور نبی کریم ﷺ کے ذریعے سے ایمان کی روشنی تمہارے سینوں میں ڈالی۔ اللہ تعالیٰ کے ان عظیم الشان دینی اور دنیوی احسانات کو یاد رکھو گے تو راہِ ہدایت پر رہو گے۔

فرمانِ نبویؐ

اس نسل کی نگرانی کا ذمہ دار کون ہے؟

چوہدری رحمت اللہ بٹر

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: ((یَسْتَرْعِی اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی عَبْدًا رَعِیَّةً قَلَّتْ اَوْ كَثُرَتْ اِلَّا سَاَلَهُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی عَنْهَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَقَامَ فِیْهَا اَمْرَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اَمْ اَضَاعَهُ؟ حَتّٰی یَسْاَلَهُ عَنْ اَهْلِ بَیْتِهٖ خَاصَّةً)) (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو کچھ لوگوں پر اقتدار بخشتا ہے تو چاہے وہ تھوڑے ہوں یا زیادہ اس بندے سے (اقوام کا سربراہ ہو یا گھر کا سربراہ) اللہ تعالیٰ روز جزا اس کے ماتحت لوگوں کے بارے میں ضرور محاسبہ کرے گا کہ جو لوگ اس کے ماتحت تھے ان پر اللہ تعالیٰ کا دین جاری کیا یا اس کو برباد کیا؟ یہاں تک کہ ہر آدمی سے خاص طور پر اس کے اہل خانہ کے بارے میں بھی باز پرس فرمائے گا''۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ندائے خلافت

شمارہ		جلد
38	30 ستمبر تا 6 اکتوبر 2004ء 14 تا 20 شعبان 1425ھ	13

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مجلس ادارت

ڈاکٹر عبدالخالق۔ مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6366638-6316638 فیکس: 6305110
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 5869501-03
قیمت فی شمارہ: 5 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
☆☆☆
''ادارہ'' کا مضمون نگار کی رائے سے
متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

گرہ بھنور کی کھلے تو کیونکر......

حافظ عاکف سعید

ہر دردمند پاکستانی مسلمان کے لئے موجود الوقت حالات میں ہر گزرنے والا لمحہ نہایت اعصاب شکن اور یاس انگیز ہے کہ ''میری دنیا لٹ رہی تھی اور میں خاموش تھا'' کی مانند ہماری نگاہوں کے سامنے ہمارے ہی ''محافظوں'' کے ذریعے ہمیں اپنی دینی اقدار' اپنے اسلامی تشخص' اپنی باحیا تہذیب' اپنے بامقصد نظریاتی نصاب' جمہوری اقدار اور اپنی خودمختاری و آزادی سے محروم کیا جا رہا ہے اور پوری قوم بے بسی اور لاچاری کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ ہم ایک داستانِ مسلسل کے آخری ابواب میں داخل ہو چکے ہیں' جس کا آہنگ پہلے قدرے دھیما تھا لیکن نائن الیون کے بعد سے اس کی تیزی بڑھتی جا رہی ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان کی پوری تاریخ جو صرف 57 برسوں پر محیط ہے' بحرانوں اور پیچ در پیچ الجھنوں ہی کی داستان ہے۔ اس کی مرثیہ خوانی اور نوحہ سرائی پر وقت اور صفحات صرف کرنے کی بجائے صورتحال کے درست تجزیے' اسباب کے تعین اور مثبت حل کی طرف توجہ دینا زیادہ مفید ہوگا' اس لئے کہ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ہم بحیثیت قوم ایک ایسے بھنور اور منحوس چکر (Viscious Circle) میں گرفتار ہیں جس سے نکلنے کی تمام قابلِ ذکر اجتماعی کوششیں تادمِ تحریر ناکام ثابت ہوئی ہیں۔ ''گرہ بھنور کی کھلے تو کیونکر بھنور ہے تقدیر کا بہانہ''۔

ہمارے نزدیک حالات کا تجزیہ کچھ یوں ہے:

i) یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ پاکستان دو قومی نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آیا تھا۔ ہندو قوم کے مقابلے میں اپنے لئے علیحدہ ملک یعنی پاکستان کا مطالبہ کرنے والی قوم کا نام ''مسلمان'' اور اس کے نظریئے کا نام ''اسلام'' ہے ___ چنانچہ یہ امر واقعہ ہے کہ برعظیم پاک و ہند کے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں نے رو رو کر پاکستان کے لئے دعائیں مانگیں اور مسلم لیگ کی چوٹی کی قیادت نے ایک مثالی فلاحی اسلامی ریاست کو اپنی منزل اور قرآن حکیم کو اپنا دستور قرار دیا۔ بانیٔ پاکستان کے بیسیوں بیانات اس امر کے شاہد ہیں۔ گویا اللہ سے ہمارا یہ وعدہ تھا کہ اگر ہمیں الگ خطہ زمین عطا ہو جائے تو ہم اسے ایک مثالی اسلامی ریاست اور اسلام کا قلعہ بنائیں گے۔

ii) لیکن قیام پاکستان کے بعد ہم مسلمانوں نے بحیثیت مجموعی اپنی اصل منزل یعنی اسلام کی طرف پیش قدمی کرنے اور ''دو قومی نظریئے'' کے لازمی منطقی تقاضے یعنی اسلامی تعلیمات اور اقدار کو ترویج دینے اور اسلام کے نظامِ عدل اجتماعی کو ملک میں نافذ و قائم کرنے کی بجائے انگریز کے چھوڑے ہوئے غیر اسلامی نظام کو ہر سطح پر تحفظ دیا اور اپنی اصل منزل اور اللہ کے ساتھ کئے گئے وعدے کو بھول کر دنیا پرستی اور مفاد پرستی کی دوڑ میں شریک ہو گئے' حالانکہ ہندو اور انگریز کی دوہری غلامی سے آزادی ملنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا حق شکر ادا کرنے کے لئے بھی یہ لازم تھا کہ ہم ''مملکتِ خداداد پاکستان'' میں اللہ کے دین کو قائم اور اس کی عطا کردہ شریعت کو نافذ کرتے۔

iii) ہماری نااہلی اور غیروں کی عیاری کا نتیجہ یہ نکلا کہ قیام پاکستان کے چند سال بعد ہی ملک شدید سیاسی انتشار کا شکار ہوا' جس کا نتیجہ بالآخر مارشل لاء کی صورت میں ظاہر ہوا۔ گویا ملکی نظام کو صحیح رخ پر چلانے کے لئے جن صحت مند سیاسی جمہوری اقدار کی ضرورت تھی' انہیں آہنی ہتھوڑے سے پاش پاش کر دیا گیا۔ (واضح رہے کہ پاکستان کا وجود پہلے روز سے امریکہ کی گردن پر آسیب پر سوار یہودی کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا تھا۔ ملک کی سیاسی گاڑی کو دستور و آئین کی پٹڑی سے اتار کر فوجی آمریت مسلط کرنا یقینی طور پر امریکی سازش کا شاخسانہ تھا۔ یہی سازش آج اپنے نقطۂ عروج پر ہے اور یہود و نصاریٰ کا بھی گٹھ جوڑ آج روئے زمین سے اسلام کو مٹانے کے درپے ہے)

iv) نظریہ اسلام سے بے وفائی' اللہ کے ساتھ کی گئی وعدہ خلافی اور کفرانِ نعمت کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ کی رحمت ہم سے روٹھ گئی بلکہ ہم اللہ کے عتاب کا شکار ہوئے جس کے چند مظاہر حسب ذیل ہیں:

☆ ملک پہلے سیاسی بحرانوں کی لپیٹ میں آیا اور پھر معاشی بحران بھی ہمارا مقدر بن گئے اور ہم عملاً آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے غلام بن کر رہ گئے۔

☆ وہ ایک مسلمان قوم جس نے مل جل کر آزادی کی جدوجہد کی تھی' کئی قومیتوں میں بٹ گئی۔ اسلامی اخوت و یگانگت کی جگہ صوبائی' علاقائی اور فرقہ وارانہ منافرتوں کی خاردار جھاڑیوں کی ہر چہار سُو بھرمار ہو گئی۔

☆ پاکستان کی اصل منزل کو بھلانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ قوم بے مقصدیت کا شکار ہو گئی' جس کا سب سے بڑا اور خوفناک مظہر یہ ہے کہ کئی قسم کے نظام ہائے تعلیم بیک وقت ملک میں رائج ہو گئے جو ایک دوسرے سے مختلف ہی نہیں باہم متصادم بھی ہیں۔

☆ تمام ملکی وقومی ادارے بدترین زوال وانحطاط کا شکار ہوئے۔ نئی نسل کا پاکستان پر سے اعتماد اٹھ گیا۔ باصلاحیت افراد بڑے پیمانے پر پاکستان کو چھوڑ کر دیارِ غیر میں جا بسے۔

☆ اللہ سے بدعہدی کی سزا یہ ملی کہ قومی سطح پر اخلاق وکردار کا دیوالیہ ہو گیا ـــــ ملّی وقومی مفاد کا تصور ذہنوں سے محو ہو کر رہ گیا۔ خود غرضی اور ذاتی مفاد پرستی قوم کا شعار بن گئی۔ کرپشن' جھوٹ' بددیانتی اور وعدہ خلافی کا زہر پوری قوم میں سرایت کر گیا۔

☆ اسلامی اقدار کو ترک کرنے کے نتیجہ میں ہم اپنے اسلامی تشخص کو بھلا کر ''وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ھنود' یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود'' کی عملی تصویر بن گئے۔

(واضح رہے کہ معدودے چند افراد کو چھوڑ کر قوم کے خواص وعوام کی ایک عظیم اکثریت دین سے بے وفائی کی مرتکب ہوئی ہے' چنانچہ پوری قوم پر اللہ کی طرف سے ذلت ومسکنت کا عذاب مسلط ہے)

v) یہ ایک امر واقعہ ہے کہ 1958ء سے لے کر آج تک ملک میں حقیقی جمہوریت نہیں آسکی۔ سوائے چند ایک سال کے' باقی پورا عرصہ یا تو فوج کی براہ راست حکمرانی رہی یا فوج کے تابع اور زیر سایہ نمائشی جمہوریت کا ڈرامہ! ـــــ یہ ایک تلخ لیکن ناقابل تردید حقیقت ہے کہ بظاہر جمہوری ادوار میں بھی سیاسی لیڈروں اور سیاسی جماعتوں کو ہماری فوج نے ہمیشہ مہروں کی طرح استعمال کیا اور جب چاہا بساط کو الٹ دیا۔ چنانچہ اصولی سیاست کی بجائے مفاد پرستانہ سیاست اور ''نمائشی جمہوریت'' ہی نے قومی شعار کا درجہ اختیار کر لیا۔ گویا فی الوقت ملک میں جمہوریت اور جمہوری اقدار کی حقیقت ایک سراب سے زیادہ نہیں۔ اس کا واضح ثبوت حزب اختلاف کے ایک اہم لیڈر جناب امین فہیم کا یہ تازہ بیان ہے کہ ''اس ملک میں حقیقی جمہوریت تو اللہ ہی لا سکتا ہے۔''

vi) یہ بھی ایک ناقابل تردید اور سنگین حقیقت ہے کہ ہماری فوج جو 1958ء سے آج تک ملک کے ایوان حکومت پر براہ راست یا بالواسطہ قابض ہے' ہر اہم معاملے میں وہائٹ ہاؤس اور پینٹاگون کی طرف دیکھتی اور وہاں سے ''ہدایات'' حاصل کرتی رہی ہے ـــــ جس کا نقطۂ عروج جنرل مشرف کا دورِ حکومت ہے' جب امریکی مفادات کے تحفظ اور اسلام کے خلاف یہود ونصاریٰ کے ناپاک عزائم کی تکمیل میں ان کے معاون بن کر ہم اپنے بے شمار اہم ملّی وقومی مفادات کی قربانی دے چکے ہیں اور ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ پھر بھی ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ سب کچھ پاکستان کے مفاد میں ہی کیا گیا ہے۔ ناطقہ سربگریباں ہے' اسے کیا کہیے!!

اوپر بیان کردہ حقائق اور تجزیئے کا حاصل یہ ہے کہ:

اس تہہ در تہہ بھنور کی گرہ اُس وقت تک نہیں کُھل سکتی جب تک ان اسباب کا تدارک نہ کیا جائے جو اس ساری خرابی کا باعث ہیں ـــــ ہمارے تجزیئے کی رُو سے اس کا اصل سبب چونکہ نظریہ پاکستان یعنی ''اسلام'' سے عمومی بے وفائی جس کا ارتکاب خواص وعوام سبھی کی جانب سے ہوا ہے' اللہ کے ساتھ صریح بدعہدی اور ہمارا یہ اجتماعی جرم ہے کہ ہم نے اللہ کے عطا کردہ ملک پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام اور شریعت الٰہی کے نفاذ سے مجرمانہ غفلت برتی ہے' لہٰذا اس گرہ کے کھلنے کا واحد حقیقی راستہ یہ ہے کہ ہم اپنے ان جرائم کا تدارک کریں ـــــ یعنی قوم اجتماعی توبہ کرے' اپنا قبلہ درست کرے اور اپنی اصل منزل یعنی اسلام اور اسلامی نظام کی طرف سنجیدگی سے پیش قدمی شروع کردے۔ افراد اپنی زندگیوں میں اسلام اور اس کی اقدار کو رائج کریں' اللہ اور اس کے رسول کے ہر حکم کی اطاعت کو اولین ترجیح دیں' اسلامی تمدن اور شعار کو اپنائیں اور مل جل کر اس ملک میں غلبہ واقامت دین کے لئے جدوجہد کریں۔ یہ واحد راستہ ہے جس پر عمل کے نتیجے میں ان شاء اللہ بھنور کی گرہ کھلنے کا آغاز ہو جائے گا۔ قوم کا ایک قابل ذکر حصہ اگر اس راستے پر آ جائے تو نہ صرف یہ کہ اللہ کی روٹھی رحمت ہمارے شامل حال ہو جائے گی بلکہ اللہ کا وعدہ ہے کہ اس کی نصرت وحمایت بھی حاصل ہو گی۔

اس معاملے میں اصلاح احوال کے لئے ضروری قدم اٹھانے کے حوالے سے اگرچہ ایک اعتبار سے سب سے بڑھ کر ذمہ داری حکمران طبقے پر عائد ہوتی ہے' لیکن ایک دوسرے پہلو سے سب سے بڑی ذمہ داری رجالِ دین' دینی طبقات اور دینی جماعتوں کی ہے ـــــ اسلام کے نام پر بننے اور نظریۂ اسلام پر قائم ہونے والے ملک میں دینی طبقات کی ذمہ داری دوچند ہو جاتی ہے ـــــ بالخصوص ایسے حالات میں جب کہ حکمران اپنی ذمہ داری کو صحیح طور پر ادا نہ کر رہے ہوں' اصل ذمہ داری کا بوجھ دین کے علمبرداروں کے کاندھوں پر آتا ہے۔ قرآن وحدیث کی سچی تعلیمات کے ذریعے عوام کے دلوں میں ایمان واسلام کی جڑوں کو گہرا کرنا' ان میں اپنے مسلمان ہونے اور اپنی دینی ذمہ داریوں کے شعور کو اجاگر کرنا' انہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی پر آمادۂ عمل کرنا' ان کے سینوں میں حقیقی ایمانی ودینی جذبات کا الاؤ دہکانا' ان میں اسلامی نظام کے قیام اور شریعت کے نفاذ کی حقیقی پیاس پیدا کرنا ـــــ نیز ''نہی عن المنکر'' کے حوالے سے قرآن کی معین کردہ ذمہ داری کو ادا کرتے ہوئے منکرات کی روک تھام کی خاطر عوام کی ذہن سازی اور تربیت کے لئے موثر اقدام کرنا' انہیں غلط کاموں' جھوٹی باتوں اور حرام کھانے سے منع کرنا' اور منکرات کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جانا اور پھر قرآن کے انقلابی پیغام کے حوالے سے عوام کی ذہن سازی کا کام ایک ضروری حد تک مکمل کرنے کے بعد منکرات کے تدارک اور شریعت کے نفاذ کے لئے ایک بھرپور عوامی تحریک چلانا اور اس راہ میں قربانیوں کی ایک تاریخ رقم کرنا ـــــ یہ ہے دینی جماعتوں اور مذہبی طبقات کا اصل کام ـــــ اور اس کام کے لازمی تقاضے کے طور پر خود ذاتی طور پر بھی اسلامی کردار واخلاق کا ایک نمونہ اور ''قاری نظر آتا ہے' حقیقت میں ہے قرآن'' کی مجسم تصویر بن جانا ـــــ یہ ہے رجالِ دین اور دین کے علمبرداروں کی اصل ذمہ داری!

آج کل ملک میں دینی جماعتوں کے سالانہ اجتماعات کے انعقاد کا موسم ہے۔ ملک کے ہر دردمند مسلمان سے ہماری اپیل ہے کہ وہ ہماری ان معروضات پر غور کریں' ہمیں یقین ہے کہ ملکی حالات کے اس تجزیئے کو وہ اپنے دل کی آواز محسوس کریں گے اور جس حل کی طرف ہم نے یہاں اشارہ کیا ہے اسے قرآن وسنت کی تعلیمات سے ہم آہنگ پائیں گے ـــــ ہم ان دینی جماعتوں سے بھی جو ملکی انتخابی سیاست کے میدان میں سرگرم عمل ہیں' بصد ادب گزارش کرتے ہیں کہ وہ ''الیکشن' ممبری' کرسیٔ صدارت'' کے فریب سے خود کو بچا کر اس انقلابی منہاج کو اپنا لائحہ عمل بنائیں جو قرآن وحدیث اور سنت وسیرتِ رسول ﷺ سے ماخوذ ہے ـــــ مسلمانوں کے لئے کامیابی خواہ وہ دنیا کی ہو یا آخرت کی' بہرصورت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی کامل اطاعت میں مضمر ہے ـــــ فرمانِ الٰہی ہے:

''ومن یطع اللّٰہ ورسولہ' فقد فاز فوزاً عظیماً'' ـــــ اللھم وفقنا لھذا

☆ انسان کو اپنی ذات‘ اپنے مقصدِ تخلیق اور اس کائنات میں اپنے مقام سے آگاہ ہونا چاہئے

☆ کامیاب ترین انسان وہی کہلائے گا جو جہنم سے بچا لیا گیا

انسان کا اہم ترین مسئلہ: نجاتِ اُخروی

• مسجد دارالسلام باغ جناح‘ لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کے 17 ستمبر 2004ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

جو حضرات اس مسجد میں خطاب جمعہ کے وقت باقاعدگی سے حاضر ہوتے ہیں‘ انہیں معلوم ہے کہ الحمدللہ ہم نے یہاں سورۂ بنی اسرائیل اور سورۃ الکہف کا سبقاً سبقاً مطالعہ مکمل کر لیا ہے۔ میں نے اپنی بساط کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کی نصرت و توفیق سے جو بھی بن پڑا‘ اپنا حاصل مطالعہ آپ کے سامنے پیش کر دیا...... ورنہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ قرآن کی تفسیر‘ تشریح اور اس کے بیان کا حق ادا کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ کتنے ہی گوشے ہیں جو ابھی تشنہ ہیں اور کتنے ہی پہلو ہمارے سامنے آئے ہی نہیں!

آج کے لئے میں نے ایک بہت ہی بنیادی موضوع کا انتخاب کیا ہے۔ از رُوئے قرآن ہمارے لئے اہم ترین مسئلہ کون سا ہے‘ اس کا تعین ہونا چاہئے۔ ہم طے کریں کہ اس زمین پر ہم اللہ کی مخلوق ہیں تو خود ہمارے خالق نے کس مسئلے کو ہمارے لئے اہم ترین قرار دیا ہے! اصطلاحی طور پر یہ کہا جائے گا کہ ہمارے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ کون سا ہے۔ ہمارا مستقبل کس امر سے وابستہ ہے؟ اس وقت ہمارے اردگرد مسائل کا ایک ہجوم ہے۔ روزگار‘ بچوں کی تعلیم‘ علاج معالجہ‘ حصولِ انصاف‘ بڑھاپے میں معاشی تحفظ‘ اپنی عزت اور جان و مال کا تحفظ‘ سفید پوشی کا بھرم جیسے مسائل ہمیں گھیرے ہوئے ہیں۔ انسان تمام عمر انہی میں الجھا رہتا ہے اور اصل مسئلے کی طرف اس کی توجہ نہیں ہوتی۔ قرآن نے ان میں سے کسی کو بھی انسان کا بنیادی مسئلہ نہیں بتایا ہے۔ اگرچہ دنیا ہمیشہ سے مسائل کا گھر تھی لیکن آج کی تہذیب کا المیہ یہ ہے کہ اب ان مسائل کی اقسام اور جہات میں جس نوع کا اضافہ ہو رہا ہے‘ وہ پہلے دیکھنے میں نہیں آئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ دنیا کی چمک دمک اور زیب و زینت بھی بڑھ گئی ہے۔ سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی سے نئی نئی اشیائے صرف وجود میں آ رہی ہیں۔ ذرائع ابلاغ میں نہایت وسیع پیمانے پر ان کی تشہیر کے ذریعے عام آدمی کے اندر یہ احساس پیدا کیا جاتا ہے کہ ان کے بغیر زندگی ادھوری ہے۔ یوں بنیادی ضروریات کا تصور تبدیل ہو رہا ہے۔ اسی معنی میں قرآن کہتا ہے کہ یہ دنیا دھوکے کا سامان ہے۔ آج علمی اور سائنسی ترقی کا حاصل یہی ہے کہ کائنات‘ انسانی وجود اور انسانی حیات کے متعلق جو اصل سوالات ہیں‘ انہیں بھول کر بس دنیاوی زندگی کو زیادہ سے زیادہ آرام دہ اور پُر تعیش بنانے کی فکر کرو...... حالانکہ میرے اور آپ کے اعتبار سے اہم ترین سوال یہ ہے کہ ہم کون ہیں! میں آج سے 45 سال پہلے اس دنیا میں نہیں تھا‘ اس سے پہلے میں کہاں تھا؟ یہ کائنات از خود چل رہی ہے یا اس کا کوئی خالق ہے؟ اس کا کوئی مقصد ہے یا محض بے مقصد تخلیق ہے؟ میری انتہا کیا ہے؟ موت کے بعد سلسلہ حیات کا خاتمہ ہے یا کوئی تسلسل ہے؟

اگر آسمانی ہدایت کو ایک طرف کر دیں تو کوئی بھی شخص شعور کی آنکھ کھولنے کے بعد جب اپنے اردگرد مختلف مسائل دیکھتا ہے تو انہی کے اندر مگن ہو جاتا ہے۔ آج دنیا کی ایک عظیم اکثریت بشمول مسلمانوں کے‘ عملاً اسی فلسفے پر گامزن ہے۔ چونکہ ہم موروثی طور پر مسلمان ہیں اس لئے ہمیں خالق کائنات‘ زمین‘ روزِ محشر اور جنت و دوزخ کے بارے میں کچھ چیزیں معلوم ہیں‘ تاہم عملاً ہمارا فلسفہ حیات بھی وہی ہے اور ہم بھی دنیاوی مسائل ہی کو اہم ترین سمجھتے ہیں۔ اس طرزِ عمل کے بارے میں سورۃ الاعراف کی آیت 179 میں ارشاد ہے کہ ”ان کے دل ہیں لیکن ان سے سمجھتے نہیں‘ اور آنکھیں ہیں لیکن ان سے دیکھتے نہیں‘ اور کان ہیں لیکن ان سے سنتے نہیں۔ وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ۔ وہی لوگ غافل ہیں“۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو خود شعوری عطا کی ہے‘ جس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی ذات‘ اپنے مقصدِ تخلیق اور اس کائنات میں اپنے مقام سے آگاہ ہو۔ اس کے بغیر خود شعوری ادھوری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شکوے کے انداز میں کہا کہ ہم نے تو ان کو وہ صلاحیت دی تھی کہ اسباب کے پردوں کے پیچھے مسبب الاسباب کا سراغ لگائیں‘ لیکن وہ وہاں نہیں پہنچ رہے۔ وہ دل کے دروازے پر دستک دینے والی آواز کو نہیں سن سکتے۔ قرآن مجید کے اثرات کو جذب کرنے کی صلاحیت انسان میں موجود ہے لیکن اس کا راستہ اس نے خود اپنے اوپر بند کر دیا ہے۔ لہٰذا آج سائنس و ٹیکنالوجی کے اعتبار سے انسان چاہے ثریا پر پہنچا ہوا ہو لیکن درحقیقت وہ انسانیت سے محروم ہو کر حیوانوں اور درندوں کی صف میں شامل ہو گیا ہے۔ یہی ابلیس کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ بحیثیت مسلمان ہماری کچھ ذمہ داریاں اور کچھ دینی تقاضے ہیں۔ قرآن مجید آسمانی ہدایت ہے اور ہمیں اپنے سوالات کے تشفی بخش جواب یہیں سے ملتے ہیں۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ کائنات اور ہم از خود پیدا نہیں ہو گئے۔ قرآن میں استفہامیہ انداز میں ارشاد ہوتا ہے کہ کیا یہ کسی کے بنائے بغیر پیدا ہو گئے ہیں یا اپنے خالق خود ہیں! کیا آسمانوں اور زمین کو انہوں نے پیدا کیا ہے؟ ان سب کا خالق و مالک ایک ہے۔ یہ تمام کائنات اسی کی خلاقی اور قدرت کا نمونہ ہے۔ آسمانوں اور زمین میں ایک سے زیادہ معبود الٰہی اور مقتدر ہستیاں ہوتیں تو یہاں فتنہ و فساد ہوتا۔ اقتدار کی کشاکش ہوتی۔ اگر ایک سے زیادہ خالق ہوتے تو ہر خالق اپنی مخلوق کو لے کر دوسرے پر چڑھائی کرتا اور یوں کائنات کا توازن درہم برہم ہو جاتا۔ دوسرے یہ کہ اس کائنات میں انسان کا مقام کیا ہے‘ اس کی طرف بھی قرآن نے ہماری رہنمائی کی ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں یہ بات آ چکی ہے کہ ہم نے بنی آدم کو اپنی مخلوقات میں سے اکثر پر فضیلت عطا کی۔ انسان کے اندر جو صلاحیتیں ہیں‘ اگر ان کو بروئے کار لایا جائے تو اس کا مقام ملائکہ سے بھی اونچا ہے۔ پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمین پر ہمیں کیوں بھیجا‘ موت و حیات کے سلسلے کی کیا حقیقت ہے‘ اس کے بارے میں بھی فرما دیا گیا کہ تم ہر لحہ ایک امتحان سے گزر رہے ہو۔ ہر شخص کے لئے اس کی قوت و استطاعت کے حساب سے امتحانات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بھی بری نہیں۔ یہ ایک مسلسل عمل ہے اور انسان پر اس کی زندگی کے آخری سانس تک امتحان آتے

رہیں گے۔ دنیا میں انواع واقسام کی نعمتیں درحقیقت محض برتنے کی چیزیں ہیں اور انہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہمیں آزما بھی رہا ہے۔ کسی کو دنیاوی طور پر عزت' بلند مرتبہ یا اعلیٰ حیثیت دی گئی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا ہے بلکہ یہ بھی امتحان ہے کہ اس مقام پر اُس کا رویہ اور طرزِ عمل کیسا ہے! یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ اصل زندگی یہ نہیں ہے۔ یہ متاع الغرور ہے جو نہایت ناپائیدار' عارضی اور غیر یقینی ہے۔ کسی کو اگلے لمحے کا کچھ پتہ نہیں۔ چونکہ ہم نے اصل زندگی دیکھی نہیں' اس لئے ہمیں یہی کل زندگی لگتی ہے۔ جو یہاں آیا' اس نے یہاں سے جانا بھی ہے۔ جس طرح کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں اس دنیا میں اپنی مرضی سے آیا ہوں' اسی طریقے سے جانا بھی اپنی مرضی سے نہیں ہے۔ جب اللہ چاہے گا' بلاوا آ جائے گا۔ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی حقیقت کچھ نہیں۔

اب اگر ان سارے حقائق کو جوڑا جائے تو اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلے گا کہ میرا اور آپ کا اصل مسئلہ دارالآخرت ہے۔ قرآن حکیم نے اسے اس طور سے بتایا ہے کہ انسان جو اپنے مسجودِ ملائک ہونے پر فخر کرتا ہے' ایک بہت بڑا خسارہ اس کا منتظر ہے۔ آغاز تو یقیناً بڑا زبردست ہے کہ ایک مشتِ خاک کا مقام فرشتوں سے بلند ہو گیا لیکن اب انجام بہت ہولناک ہے۔ چنانچہ سورۃ العصر میں تمام انسانوں سے خطاب ہے' جس میں ہمارا خالق و مالک قسم کھا کر اس حقیقت کا اظہار فرما رہا ہے کہ پوری نوعِ انسانی یقینی طور پر بہت بڑے خسارے میں ہے۔ یہ بہت بڑی تباہی اور ہلاکت سے دوچار ہونے کو ہے۔ چنانچہ اعمال کے حوالے سے جو کچھ انسان نے کمائی کی ہے' اس دن سب کچھ اس کے سامنے آ جائے گا۔ کافر اور ناشکرے لوگ حسرت سے کہیں گے کہ کاش یہ شرفِ انسانیت ہمیں بخشا ہی نہ گیا ہوتا۔ جو لوگ بھی اصل حقائق کا انکار کر رہے ہیں' ان سب کے لئے جہنم تیار کی گئی ہے۔ مسلمانوں سے بھی قرآن حکیم کا یہی خطاب ہے۔ یہ امر قابل غور ہے کہ مسلمانوں کو عذاب الیم سے بچنے کی فکر کرنے کو کیوں کہا جا رہا ہے! اس کا مطلب ہے کہ صرف مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہونا ہی کافی نہیں ہے۔ اگر مسلمان بھی ان تقاضوں کو پورا نہیں کریں گے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے کئے ہیں تو جہنم کا عذاب ان کا مقدر ہوگا۔ اسی حوالے سے سورۂ آل عمران کی آیت 185 میں خاص طور پر بات کی گئی کہ: ''ہر ذی نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور قیامت کے دن تمہیں تمہارا اجر پورا پورا مل جائے گا۔ پھر جو جہنم سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا تو بس وہی ہے جو کامیاب ٹھہرا''۔ یعنی اگر حقوق اللہ اور حقوق العباد میں کوتاہی کے مرتکب ہوئے تو اس کی پوری پوری سزا ملے گی جبکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنی زندگی میں مقدم رکھنے پر بہترین اجر سے نوازا جائے گا۔ آیت کے آخری حصے میں انسان کی کامیابی کا معیار واضح کر دیا گیا ہے کہ چاہے کسی شخص کی دنیاوی زندگی نہایت تنگ دستی کی حالت میں گزری ہو لیکن اگر وہ دوزخ سے بچا لیا گیا اور اس کو جنت میں داخلے کا پروانہ مل گیا تو کامیاب ترین انسان وہی ہوگا۔ اس کے برعکس دنیا میں چاہے قارون جتنی دولت اور فرعون جیسی حکومت تھی لیکن آخرت میں اگر جہنم میں جھونک دیا گیا تو انتہائی خسارے میں رہا۔ اسی لئے ایک اور مقام پر مسلمانوں سے کہا گیا: ''اے اہل ایمان! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے''۔ یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ مسلمانوں سے خطاب میں جہنم سے چھٹکارے کی فکر کرنے کو کیوں کہا گیا!

درحقیقت از روئے قرآن اسی سے انسان کے سب سے بڑے مسئلہ کا تعین ہو جاتا ہے کہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کی کوئی حیثیت نہیں۔ آخرت کی نفسا نفسی کا قرآن میں نقشہ کھینچا گیا ہے کہ اگرچہ انسان اس دنیا میں تو اپنی اور اپنے اہل و عیال اور خاندان کی خواہشات پوری کرنے کے لئے حلال اور حرام میں تمیز نہیں کرتا' حدود اللہ کو نظر انداز کر دیتا ہے لیکن قیامت کے دن ہر شخص کو پتہ چل جائے گا کہ اس کا اصل مسئلہ تو یہ تھا اور اصل زندگی اب شروع ہو رہی ہے۔ اس دن ہر شخص پر یہ حقیقت کھل جائے گی کہ وہ دنیا میں اپنا مستقبل بنانے کی فکر کرتا رہا جبکہ اس کا اصل مستقبل تو اسی سے وابستہ تھا۔ چنانچہ اس دن حسرت سے یہ الفاظ نکلیں گے کہ کاش میں نے اپنی زندگی کے لئے سامان کیا ہوتا۔ اس حوالے سے قرآن مجید میں جو دوسرا نقشہ کھینچا گیا ہے' وہ تو اس سے بھی زیادہ ہولناک ہے۔ اس دن گناہ گار یہ چاہے گا کہ اس کے بدلے اس کی اولاد' بیوی اور بھائیوں کو فدیے میں قبول کر لیا جائے اور انہیں جہنم میں جھونک دیا جائے لیکن اسے بچا لیا جائے۔ صرف یہی نہیں بلکہ زمین میں جو کچھ ہے' اسے جہنم میں جھونک دیا جائے' بس مجھے بچا لیا جائے۔ یہ احساسات ہوں گے اس کے! میدانِ حشر میں پہنچ کر جب پیچھے دنیا کی زندگی کی طرف نظر ڈالی جائے گی تو احساس ہوگا کہ وہ تو کچھ بھی نہیں تھی۔

اس وقت اصل زندگی کی کتاب ہمارے سامنے ہے۔ قرآن ہماری آنکھیں تو کھول رہا ہے لیکن جو شخص خود خوابِ غفلت میں رہنا چاہے' اسے کوئی نہیں جگا سکتا۔ اسی حوالے سے ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جب گناہ گاروں کو جہنم میں ڈالا جائے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے یہ سوال کرے گا: کیا تم نے اپنی پوری زندگی میں کبھی کوئی خوشی کا ایک لمحہ بھی گزارا ہے؟ اس پر ان سب کا جواب ہوگا کہ ہرگز نہیں' ہم نے راحت کا کوئی لمحہ نہیں گزارا' حالانکہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو مال و دولت اور رتبہ وحیثیت کے حوالے سے دنیا میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اہل جنت سے پوچھے گا: کیا تم نے اپنی پوری زندگی میں کبھی رنج' دکھ اور تکلیف کا کوئی لمحہ گزارا؟ وہ کہیں گے کہ پروردگار ہرگز نہیں۔ اگر کچھ ایسا تھا بھی تو اب وہ جنت کی نعمتوں کے سامنے خواب اور افسانہ ہو چکا!

انسان کے اصل مسئلے کے تعین کے بعد یہ جاننا ضروری ہے کہ اس خسارے سے کیسے بچا جائے! اس ضمن میں سورۃ الصف کا دوسرا رکوع بہت اہم ہے۔ عذاب الیم سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے آیت 11 میں دو شرائط بیان کر دی گئیں کہ:

i) اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر پختہ یقین رکھو۔

ii) جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مال کے ساتھ بھی اور اپنی جانوں کے ساتھ بھی!

جہاد صرف یہی نہیں ہے کہ ہاتھ میں تلوار لے کر دشمن کے مقابلے پر آ جانا بلکہ اس کے لئے ترتیب یہ ہوگی کہ سب سے پہلے توحید کی دعوت کو عام کیا جائے۔ جب آپ اللہ کے پیغام کو پھیلائیں گے تو وقت بھی لگے گا اور پیسہ بھی۔ یہی جہاد بالمال اور جہاد بالنفس ہے۔ ایک سطح پر جا کر یہ قتال کی شکل اختیار کر لیتا ہے' جو جہاد کی اعلیٰ ترین منزل ہے۔ صحابہ کرامؓ اپنی زندگی کے اہم ترین مسئلے کے حوالے سے کتنے متفکر رہتے تھے' اس کا اندازہ یوں لگایا جا سکتا ہے کہ ایک نوجوان صحابی حضرت معاذ بن جبلؓ کسی غزوہ میں حضور ﷺ کے نہایت قریب تھے۔ انہوں نے مناسب موقع دیکھ کر عرض کی: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ اس مسئلے نے مجھے انتہائی حزن اور غم سے دوچار کر رکھا ہے۔'' آنحضور ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی تو حضرت معاذؓ نے کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے وہ عمل بتا دیجئے کہ میں جہنم سے بچ جاؤں اور مجھے جنت میں داخلہ مل جائے''۔ اس سوال پر آنحضور ﷺ نے انہیں شاباش دی کہ تم نے یقیناً بہت بڑا سوال پوچھا ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی یہ سمجھ لینا چاہئے کہ سب سے بڑا اور اہم مسئلہ یہی ہے' باقی سب مسائل اس کے تابع ہیں۔ ہمیں فکری طور پر اپنا قبلہ درست کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اس رخ پر سوچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین! (مرتب: محمد خلیق)

رفیقہ تنظیم اسلامی کا انتخاب کیوں؟

میاں عامر ایڈوکیٹ

اس تحریر کو صفحہ قرطاس پر منتقل کرنے کی واحد وجہ انقلابی جماعت کے انقلابی رفیقوں کو ایک ایسے انمول مشورے سے نوازنا ہے جو ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں پر اثر انداز ہو۔

ہر شخص کے ذہن میں اپنی شریک حیات کے لئے کوئی نہ کوئی خاکہ ضرور ہوتا ہے' جسے عرف عام میں آئیڈیل کہا جاتا ہے۔ عمومی طور پر آئیڈیل دو طرح کے ہوتے ہیں۔

1۔ شکل وصورت کے لحاظ سے۔

2۔ ہم مزاجی/ہم آہنگی یا Understanding کے لحاظ سے۔

اول الذکر آئیڈیل میں زیادہ تر انحصار شکل وصورت' قد کاٹھ وغیرہ پر ہوتا ہے۔ اس قسم کے آئیڈیل کا تصور دیرپا نہیں ہوتا۔ کیونکہ انسانی فطرت ہے کہ کوئی بھی خوبصورت شے اس کی دسترس میں آجائے تو اس کی قدر وقیمت نہیں رہتی۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

دنیا جسے کہتے ہیں جادو کا کھلونا ہے
مل جائے تو مٹی ہے کھوجائے تو سونا ہے

اسی طرح شکل وصورت پر کسی کا اختیار بھی نہیں ہوتا' یہ اللہ کی دین ہے دے بھی سکتا ہے اور چھین بھی سکتا ہے۔ لہٰذا اس قسم کا آئیڈیل دیرپا نہیں کہلا سکتا۔

جبکہ موخر الذکر آئیڈیل کی صورت دیرپا ہوتی ہے۔ کیونکہ مخالف جنس کی خوبصورتی اپنی جگہ اگر آپ کی Understanding نہیں تو اس کی آپ کی نظر میں کوئی قدر وقیمت نہ ہوگی' جبکہ دوسری صورت میں راحت کا باعث بنے گی۔ محبت جیسے طاقتور جذبے میں بھی محبت کرنے والے کے نزدیک محبوب کی خوشی منظور نظر ہوتی ہے نہ کہ شکل وصورت۔ یہ ایک فطری بات ہے کہ میاں بیوی کے رشتے میں اہم چیز Understanding ہی ہوتی ہے۔ باقی سب چیزیں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔

لہٰذا جب آپ کا ذہن ان سب باتوں کو تسلیم کرتا ہے تو انقلابی رفیقوں کے نزدیک اولین ترجیح رفیقات تنظیم ہی ہونی چاہئے۔ کیونکہ آپ تنظیم میں شمولیت اس کے منشور اور نصب العین سے متفق ہوکر اختیار کرتے ہیں۔ جو آپ کی طرف سے اعلانِ عام ہوتا ہے اپنے خیالات وفکر کی ترجمانی کا۔ لہٰذا اس سے اچھی اور کیا بات ہوسکتی ہے کہ آپ کی شریک حیات آپ جیسے خیالات کی مالک ہو اور وہ تنظیم اسلامی کی رفیقہ ہی ہوسکتی ہے۔

اب ذرا تصور کریں کہ آپ اسلامی اصولوں پر سختی سے پابند ہیں اور آپ کی شادی کسی ایسے فرد سے ہو جائے جو دین کے متعلق عمومی مزاج رکھتی ہو تو ایک لحاظ سے سرد جنگ کا آغاز ہوجاتا ہے' جس میں آپ کو کامیابی بھی مل سکتی ہے اور چاروں شانے چت بھی ہوسکتے ہیں۔ بہرحال یہ ایک بہت بڑا رسک ہی ہوگا۔

رفیقہ تنظیم کے انتخاب میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ عموماً ہم دوسروں کو تو بڑے بڑے لیکچر دیتے ہیں لیکن گھر میں معاملہ صفر ہے' دعوت تک نہیں پہنچاتے۔ یہ کام آسانی سے اُس کے سپرد کیا جا سکتا ہے۔ بعض اوقات یہ معاملہ بھی ہوتا ہے کہ گھر والے آپ کی بات اتنی سنجیدگی سے نہیں لیتے جبکہ نئے بندہ کی بات وہ توجہ سے سنیں گے۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ آپ کی سپورٹ اس معاملے میں انتہائی ضروری ہے ورنہ دوسرے فریق کے لئے حالات نازک بھی ہوسکتے ہیں۔

دوسرا بڑا فائدہ آپ ڈاکٹر اسرار صاحب کی تحریک کو معاشرے میں موثر طور پر پھیلا سکیں گے۔ اس کے لئے آپ کو اُن کی تحریر ضرور پڑھنی چاہئے۔

تیسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ دینی مزاج کی حامل لڑکی کے دماغ میں یہ بات بیٹھ چکی ہوتی ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے شوہر کو خوش رکھے گی۔ یہی چیز ازدواجی زندگی کے رشتے کو مضبوط کرتی ہے۔

خود انسان میں کئی پہلوؤں سے کمزوریاں ہوتی ہیں۔ لہٰذا تنظیم کی طرف سے ایک نگران بھی مل جاتی ہے جو آپ کی اصلاح کرتی رہے گی۔

ہمارے معاشرے کا ایک تکلیف دہ پہلو یہ بھی ہے کہ شرعی پردے یا دین پر کاربند رہنے والی لڑکیوں کے لئے رشتے بھی کم آتے ہیں۔ لہٰذا اخلاقی طور پر ہم رفیقوں پر لازم ہے کہ ہم ان کی حوصلہ افزائی کے لئے آگے بڑھیں۔ کیونکہ یہ صورت حال صرف وصرف اپنے دین سے محبت کی بناء پر اُن کو پیش آتی ہے۔

النصر لیب
مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیرنگرانی ادارہ
ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ'
ایکسرے' ای سی جی اور الٹرا ساؤنڈ کی سہولیات
محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی نگاہ میں قابلِ اعتماد ادارہ
خصوصی پیکج خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹرا ساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ ایکسرے چیسٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ/ہیپاٹائٹس بی اور سی ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 1500 روپے میں کروائیں۔
تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔
ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB
BY MOODY INTERNATIONAL
النصر لیب :950۔ بی' مولانا شوکت علی روڈ' فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور
فون:5162185-5163924 موبائل:0300-8400944
E-mail: alnasar@brain.net.pk Website: www.alnasar.com.pk

25 جون 2004ء کے روزنامہ نوائے وقت میں جناب چودھری رحمت علی کا مضمون ''نظامِ خلافت اور قرآن وسنت بطور آئین'' شائع ہوا تھا جس میں مضمون نگار نے نظامِ خلافت کی خصوصیات اور جمہوریت کے نقائص بیان کرنے کے علاوہ مطالبہ کیا تھا کہ قرآن وسنت کو مملکت کا آئین قرار دیا جائے یعنی موصوف نے ایک اسلامی مملکت کے لئے قرآن وسنت پر مبنی کسی دستور کی ضرورت کی نفی کرتے ہوئے مجرد قرآن وسنت ہی کو آئین کا درجہ دینے کی ضرورت پر زور دیا تھا۔ اس موضوع کی اہمیت کے حوالے سے ادارہ نوائے وقت نے قارئین کو اس پر اظہارِ خیال کی دعوت دی تھی۔ چنانچہ تنظیم اسلامی کے شعبہ نشر واشاعت کی تحریک پر چار رفقاءِ تنظیم نے جوابی مضامین تحریر کئے جو نوائے وقت میں اشاعت کے لئے بھجوائے گئے۔ لہٰذا یہ تحریریں ندائے خلافت کے قارئین کے لئے باری باری شائع کی جارہی ہیں۔ سب سے پہلے رفیق تنظیم جناب اختر ندیم کی تحریر ''نظامِ خلافت میں آئین کیا ہوگا؟'' ندائے خلافت کے پچھلے شمارے میں شائع ہو چکا ہے' اس دفعہ انجینئر نوید احمد صاحب کی تحریر قارئین ندائے خلافت کے مطالعے کے لئے پیش خدمت ہے۔

عصر حاضر میں نظام خلافت

انجینئر نوید احمد

روزنامہ نوائے وقت، لاہور کی اشاعت بابت 25 جون میں جناب چودھری رحمت علی صاحب نے ''نظامِ خلافت اور قرآن وسنت بطور آئین'' کے موضوع پر ایک تحریر لکھی ہے۔ اس تحریر میں انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ ہمیں وطنِ عزیز میں جمہوریت نہیں خلافت چاہئے اور کوئی خود ساختہ دستور نہیں بلکہ قرآن وسنت کا بطورِ آئین نفاذ چاہئے۔

موصوف نے جمہوریت کے مقابلہ میں خلافت کی جو مدح فرمائی ہے وہ بالکل درست اور ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ اس وقت اُمت مسلمہ جن مسائل سے دوچار ہے اس کی وجہ ہی نظامِ خلافت کا نہ ہونا ہے۔ اس وقت وطنِ عزیز میں جس لوٹ کھسوٹ اور جبر واستبداد کا دور دورہ ہے اس کا حل صرف اور صرف نظامِ خلافت کا قیام ہے۔ پھر دنیا بھر میں مسلمانوں کو جو ذلت ورسوائی دیکھنی پڑ رہی ہے، اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ مسلمانوں کو اللہ نے دنیا میں اپنا نمائندہ اور اپنے دین کا محافظ بنا کر بھیجا تھا۔ ہم نے اپنے غیر اسلامی سیرت وکردار سے اور دین کو غالب نہ کر کے اللہ کی غلط نمائندگی کی۔ لہٰذا اللہ ہم سے ناراض ہے اور ہم پر بھی عذاب کے کوڑے باہمی تصادم اور غیروں کے ہاتھوں اسی طرح پڑ رہے ہیں جیسے ہم سے پہلے سابقہ امتِ مسلمہ یعنی یہود پر بخت نصر، ٹائٹس رومی اور ہٹلر کے ہاتھوں پڑے تھے۔

نظامِ خلافت کے قیام کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے۔ البتہ اس نظام کے عملی قیام کی صورت کیا ہو' اس حوالے سے چودھری رحمت علی صاحب کا مضمون واضح رہنمائی نہیں دے رہا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ''قرآن وسنت کو بطورِ آئین نافذ کرنا چاہئے''۔ یہ بات اصولی اعتبار سے درست لیکن عملی اعتبار سے غیر واضح ہے۔ قرآن وسنت میں بعض معاملات کے حوالے سے اصولی رہنمائی دی گئی ہے اور بعض کے حوالے سے تفصیلی۔ البتہ یہ رہنمائی ایک مربوط اور شق وار صورت میں نہیں ہے اور اسے دستور کی صورت میں مرتب کرنا ہوگا۔

موصوف لکھتے ہیں کہ ''نظامِ خلافت کے بغیر ہمارے ہاں عملاً خلیفۃ المسلمین' اولوالامر اور شوریٰ اور امت مسلمہ نہ ہونے سے ہمارا دین نامکمل ہے''۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عصرِ حاضر میں خلیفہ مختلف علاقوں اور مناصب کے لئے اولوالامر اور مجلسِ شوریٰ کے وجود میں لانے کا کیا طریقہ ہوگا۔

مندرجہ بالا دو اُمور اس بات کے متقاضی ہیں کہ قرآن وسنت کو ایک عملی دستور کی صورت میں مرتب کیا جائے اور پھر قانون سازی' انتظامیہ اور عدلیہ کے قیام اور ان کے کام کرنے کے لئے رہنما اصول معین کیے جائیں۔ بلاشبہ ہمارے لئے آئیڈیل تو خلافتِ راشدہ کا دور ہے لیکن چودہ سو سال کے فصل کے بعد تمدن میں خاصا ارتقاء ہو چکا ہے۔ دورہ خلافتِ راشدہ میں معاشرہ قبائلی طرز کا تھا اور سردارانِ قبائل کی مشاورت سے اجتماعی معاملات چلائے جاسکتے تھے۔ اب اکثر وبیشتر یہ صورت باقی نہیں رہی۔ لہٰذا عملی اعتبار سے ہمیں عصرِ حاضر کے تمدنی ڈھانچہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے خلافت کا نظام قائم کرنا ہوگا۔

اہلِ مغرب نے اپنے ہاں ملوکیت کے خلاف جدوجہد کر کے جمہوری نظام نافذ کیا۔ بلاشبہ ان کے قائم کردہ نظام کے اکثر اجزاء غلط ہیں کیوں کہ وہ وحیٔ ربانی کی رہنمائی وہدایت سے محروم ہیں۔ البتہ جس طرح جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے اور اُسے کھڑا رہنے کے لئے کچھ نہ کچھ سچ کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح مغرب کے قائم کردہ نظام میں چند خوبیاں بھی ہیں۔ ہمیں تجزیہ کر کے اِن خوبیوں سے استفادہ کرنا چاہئے۔ اہلِ مغرب نے عصرِ حاضر میں ریاست کی پوری مشینری ایجاد کی ہے جس کے تین واضح اجزاء ہیں مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ۔ پھر وہاں صدارتی اور پارلیمانی دو طرح کے نظام ہائے حکومت ہیں۔ ان میں سے صدارتی نظام ایسا ہے کہ جس میں ریاست کے تین گوشے مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ بالکل علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ عوام مقننہ اور صدر کا انتخاب براہِ راست کرتے ہیں۔ صدر مقننہ کا دستِ نگر نہیں ہوتا اور یکسوئی کے ساتھ انتظامی اُمور سرانجام دیتا ہے۔ وہ اپنی کابینہ کے لئے وزراء و ماہرین اراکینِ مقننہ میں سے لینے کا پابند نہیں ہوتا بلکہ پورے ملک میں سے جس باصلاحیت آدمی کو چاہے وزیر بنا سکتا ہے۔ مقننہ قانون سازی کا عمل انجام دیتی ہے اور وہ یہ کام بغیر کسی خارجی دباؤ کے تحت کرتی ہے۔ عدلیہ پوری آزادی کے ساتھ آئین وقانون کی حفاظت کی ذمہ داری سنبھالتی ہے۔ ہم جہاں مغرب کی سائنسی ترقیوں سے استفادہ کر رہے ہیں وہیں ہمیں مندرجہ بالا سماجی وتمدنی پیش رفت سے بھی فائدہ اٹھانا چاہئے۔

لہٰذا موجودہ ریاستی مشینری میں اللہ کی حاکمیت اور شریعت کی بالادستی کے اصول کو تسلیم کر کے جو بھی نظام بنایا جائے وہ قرآن وسنت کے عین مطابق ہوگا بلکہ عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کر کے دنیا کے سامنے اسلام کے نظامِ خلافت کی برکات کو مزید مبرہن کر سکے گا۔

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں' وہ پاسباں ہمارا

سالانہ اجتماع کے مقاصد

اور ان مقاصد کے حصول کا طریق

بانیٔ تنظیم اسلامی کے ایک فکر انگیز خطاب سے ماخوذ

تنظیم اسلامی کے نویں سالانہ اجتماع منعقدہ 25 مئی تا29 مئی 1984ء کے موقع پر بانیٔ تنظیم نے رفقاء سے جو مفصل افتتاحی خطاب ارشاد فرمایا تھا' اس میں جہاں دیگر بہت اہم ملی وملکی اور تنظیمی و جماعتی موضوعات کا جامعیت کے ساتھ احاطہ کیا وہاں اجتماع کے مقاصد پر بھی وضاحت سے روشنی ڈالی۔ ذیل میں ہم بانیٔ محترم کی گفتگو کے اس حصے کو معمولی سے حک و اضافے کے ساتھ پیش کر رہے ہیں جس میں انہوں نے اجتماع کے مقاصد کے حوالے سے گفتگو فرمائی تھی' اس لئے کہ اجتماع کے جو مقاصد اُس وقت تھے وہی آج دس سال بعد بھی ہیں۔ (ادارہ)

اس اجتماع کے چار اہم مقاصد ہیں جو ہم میں سے ہر شخص کے سامنے شعوری طور پر رہنے چاہئیں:

ا-جذبۂ تازہ کا حصول:

اس اجتماع کا پہلا مقصد یہ ہے کہ جب ہم یہاں سے جائیں تو جذبۂ تازہ لے کر جائیں۔ ہمارے اندر ایک نئی لگن پیدا ہو جائے۔ اس حوالے سے میں عرض کروں کہ جہاں تک جذبے کا تعلق ہے تو اس کا تمام تر دار و مدار ایمان پر ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ یقین جتنا گہرا ہوگا' اللہ کے ہاں محاسبہ کا خوف جتنا زیادہ دامن گیر ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی محبت دلوں میں جس قدر بڑھتی جائے گی' اس کی رضا جوئی کے لئے تن من دھن لگانے کا جذبہ بھی اس قدر بڑھتا چلا جائے گا۔ دل میں ایمانِ حقیقی جاگزیں ہو چکا ہو تو انسان بڑی سے بڑی قربانی کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے۔ یہ بات آپ کو معلوم ہوگی کہ دلوں پر بھی زنگ آ جایا کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں ایمانی کیفیات دھندلانے لگتی ہیں۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ: "اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَاُ كَمَا يَصْدَءُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا جِلَاءُ هَا؟" قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ" (بیہقی) یعنی "بنی آدم کے قلوب بھی اسی طرح زنگ آلود ہو جاتے ہیں جیسے لوہا پانی پڑنے سے' دریافت کیا گیا' حضور ﷺ اس زنگ کا علاج کیا ہے؟ فرمایا موت کی بکثرت یاد اور قرآن مجید کی تلاوت"۔

صحابہ کرام ؓ نے بہت ہی عملی سوال کیا۔ ان حضرات کا بالعموم انداز ہی یہ ہوتا تھا کہ وہ زیادہ علمی نوعیت کے مسئلوں میں نہیں پڑا کرتے تھے۔ ان کا یہ تجربہ تھا کہ تلواروں پر زنگ آ جائے تو صیقل کر لیا جاتا ہے۔ دل کے زنگ کو کس چیز سے دور کیا جائے؟ دلوں کی ویران دنیا پھر سے کیسے آباد ہو جائے کہ جذبۂ ایمانی جھلملا اٹھے۔ آپ ؐ نے جواباً دو چیزوں کا ذکر فرمایا۔ ایک موت کی بکثرت یاد کہ یہ احساس رہے کہ یہاں رہنا نہیں ہے' بلکہ ایک دن یہاں سے جانا ہے۔ گویا یہ دنیا ہماری منزل نہیں ہے بلکہ راہ گزر ہے۔ اس ضمن میں حضور ﷺ کے یہ الفاظ بھی نہایت جامع ہیں: "كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ" یعنی "دنیا میں ایسے رہو جیسے اجنبی یا راہ چلتا مسافر"۔ دوسری چیز جس کا آپ ؐ نے باہتمام ذکر فرمایا وہ ہے تلاوتِ قرآن۔ گویا اس زنگ کو اتارنے کے لئے یہ دو بہت ہی مؤثر ذریعے ہیں۔ اس اجتماع کا پہلا مقصد یہ ہوا کہ ان پانچ دنوں میں ہم نے اس زنگ کو اتارنا ہے کہ جس کی وجہ سے ہمارا جذبہ سرد پڑ رہا ہے۔ گویا کہ بیٹری کو از سرِ نو چارج کرنا ہے۔

آپ لوگ اگر پورے صبر اور ہمت کے ساتھ مصیبت کو جھیلتے ہوئے خوش دلی کے ساتھ اجتماع کے پروگراموں میں شریک رہے تو ان شاء اللہ کسی نہ کسی درجے میں یہ مقصد ضرور حاصل ہوگا اور آپ اپنے جذباتِ ایمانی میں حرارت اور تازگی محسوس کریں گے۔

2۔مقصد اور طریق کار کا شعور:

اس اجتماع کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ ہمارے سامنے اپنے مقصد اور طریق کار کا شعور نکھر کر آئے اور مزید اجاگر ہو! اس لئے کہ جس طرح دلوں پر زنگ آ جایا کرتا ہے' ایسے ہی ذہن بھی زنگ آلود ہو جایا کرتے ہیں۔ بعض دفعہ انسان محسوس کرتا ہے کہ ذہن پر بھی کچھ غبار سا آ گیا ہے' جس کے نتیجے میں فکر کے خد و خال دھندلانے لگتے ہیں۔ اس زنگ کو اتارنے کے لئے اپنے مقصد اور طریق کار کا شعور ہونا ضروری ہے۔ انسان سوچتا ہے کہ ہماری اس دینوی جدوجہد کا ہدف کیا ہے؟ ہم کس طرف جا رہے ہیں؟ یہ صورت ہرگز نہیں ہونی چاہئے کہ "آہ وہ تیر نیم کش' جس کا نہ ہو کوئی ہدف" اگر کیفیت یہ ہو تو گویا بہت ہی مایوس کن علامت ہے۔ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ کچھ لوگ کام تو کر رہے ہیں' لیکن انہیں یہ شعور نہیں کہ ہمارا ہدف کیا ہے۔ اور وہ یہ نہیں جانتے کہ ہمارے اس سفر کی منزل کون سی ہے۔ اس مقصد کے شعور کے علاوہ اس مقصد اور منزل تک پہنچنے کا راستہ کون سا ہے' اس کا شعور بھی ذہنوں کے اندر برقرار رہنا چاہئے۔ لیکن انسان اس دنیا میں رہتے ہوئے بھانت بھانت کی بولیاں سنتا ہے' طرح طرح کے فلسفوں سے اس کو سابقہ پیش آتا ہے' مختلف نوعیت کی دعوتیں مختلف جوانب سے اس کے کانوں تک پہنچتی ہیں' لہٰذا کچھ شکوک و شبہات کا پیدا ہو جانا فطری ہے۔ ہمیں اس اجتماع کے موقع پر اپنے مقاصد کے شعور کے ساتھ ساتھ طریق کار کو پورے مراحل و مدارج کے ساتھ از سرِ نو اجاگر کرنا ہے۔

3۔رفقاء کا باہمی تعارف:

اس اجتماع کا تیسرا مقصد اس قافلے کے ساتھ چلنے والے ساتھیوں کا باہمی ربط و ضبط بڑھانا اور محبتِ قلبی میں اضافہ کرنا ہے۔ کسی بھی اجتماعیت میں رفقاء کا باہمی تعارف بہت ہی اہم ہوتا ہے۔ اس اجتماع پر اللہ تعالیٰ نے اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کا ایک موقع فراہم کر دیا ہے۔ اس وقت ملک کے کونے کونے سے رفقاء تشریف لائے ہوئے ہیں۔ یہ ایک بہت ہی سنہری موقع ہے کہ ہم اپنے ساتھیوں سے زیادہ سے زیادہ ربط و ضبط بڑھائیں' اور ایک دوسرے کا تعارف حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اس دور میں دینی اخوت کو نبھانے کے لئے وقت نکالنا بہت ہی مشکل ہے۔ بقول شاعر۔

بھلا گردشِ فلک کی چین دیتی ہے کسے انشاء
غنیمت ہے کہ ہم صورت یہاں دو چار بیٹھے ہیں

یہ ایک حقیقت ہے کہ ایسے مواقع ہر روز کہاں ملا کرتے ہیں۔ ہمارے اس اجتماع میں شکاگو اور ٹورنٹو سے بھی رفقاء آئے ہوئے ہیں' جو اپنے اپنے علاقے کی نمائندگی کر رہے ہیں۔

4۔نظم کی اہمیت کا ادراک:

ہمارے اس اجتماع کا چوتھا مقصد یہ ہے کہ ہمیں نظم و ضبط کی اہمیت کا ادراک ہو۔ چونکہ ہم ایک منظم جماعت کے تحت منظم جدوجہد کر رہے ہیں' لہٰذا اس کام میں نظم کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ اب کی بار اس اجتماع کے موقع پر اگر اللہ نے چاہا تو میں دروسِ قرآن و حدیث کے ذریعے اس کی اہمیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کروں گا۔ نظم کی اہمیت کے ضمن میں جو آیات و احادیث بیان ہوتی ہیں' وہ ہمارے ہر رفیق کے سامنے آئینے کی طرح ہونی چاہئیں۔ اس نظم و

ضبط یا ڈسپلن کی اہمیت کے ادراک کا ایک علمی پہلو ہے' اس کی بھی اپنی جگہ بہت زیادہ اہمیت ہے' لیکن اس علمی سطح پر ادراک کے ساتھ ساتھ ہمیں نظم و ضبط کو عمل (Practice) میں بھی لانا چاہئے۔ اور وہ عملی پہلو یہ ہے کہ ہم نظم کے خوگر بن جائیں۔ ہمارا نظم مثالی ہونا چاہئے۔ خدانخواستہ دیکھنے والے یہ محسوس نہ کریں کہ یہ کوئی منظم جماعت نہیں' ہجوم ہے۔ بقول علامہ اقبال۔

عید آزاداں شکوہِ ملک و دیں
عید محکوماں ہجوم مومنیں

اس اجتماع کے موقع پر بھی نظم وضبط کا بھرپور مظاہرہ ہونا چاہئے۔ اجتماع کے منتظمین سے اگر کوئی کوتاہی ہو جائے تو ان پر نکیر کرنے کے بجائے خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ ان کی توجہ اس جانب مبذول کرانی چاہئے۔ ہمیں اپنے رفقاء کے بارے میں کسی بھی درجے میں سوءظن میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔ یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ انہوں نے جان بوجھ کر آپ کے لئے کوئی تکلیف دہ صورت حال پیدا کر دی ہے۔ یہ بات میں پھر کہوں گا کہ اس طرح کے کسی خیال کو ذہن میں نہ آنے دیجئے۔ لیکن خود آپ لوگوں کی طرف سے کوئی بدنظمی صادر نہ ہو۔ یہ بھی آپ کی تربیت کا ایک اہم حصہ ہے۔

ان مقاصد کے حصول کا ذریعہ کیا ہے؟

پہلے دو مقاصد کے لئے ہمارا Source قرآن ہے' جو ہمارا ہادی ہی نہیں بلکہ سرچشمۂ ایمان بھی ہے۔ یہی قرآن ہمیں ان مقاصد کا شعور عطا کرنے والا ہے۔ یہی ہے جو ہمیں ان مقاصد کے حصول کا طریق کار بتانے والا ہے۔ نظم جماعت کس طور کا ہو' اس کی طرف ہماری رہنمائی کرنے والا بھی یہی قرآن ہے۔ آپ لوگوں کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ جب میں لفظ قرآن کہتا ہوں تو اس وقت میرے ذہن میں قرآنِ متلو کے ساتھ' جس کی ہم تلاوت کرتے ہیں اور جو مصحف کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے' قرآنِ مجسم حضرت محمد ﷺ بھی ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ قرآن اور ذاتِ رسولؐ بریکٹ ہیں۔ میرے نزدیک یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں۔ اس قرآن کی توضیح وتشریح آپ ﷺ نے اپنے قول سے بھی کی ہے اور اس کے دیئے ہوئے مقاصد کے حصول کے لئے ایک عملی جدوجہد آپؐ نے بالفعل کر کے بھی دکھائی ہے۔ اس عملی جدوجہد کے تمام مراحل و مدارج سیرتِ مطہرہ میں ہمیں ملتے ہیں۔ گویا یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں کہ انہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ اس حوالے سے آپ کی توجہ سورۂ بینہ کی ابتدائی آیات کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ فرمایا:

﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝﴾

''وہ بینہ اللہ کی جانب سے ایک رسول ہیں' جو ان پاکیزہ صحیفوں کی تلاوت کرتے ہیں۔ گویا یہ رسول اور کتاب مل کر ایک بینہ یعنی ایسی روشن دلیل جو حجت قاطع بن جائے' کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک تو مقصد کے شعور اور ایمان کی جلا کا واحد ذریعہ بھی ہے۔ ہمیں طریق کار اور اس کے مراحل کا شعور بھی وہیں سے حاصل کرنا ہے۔

اس اجتماع کا جو تیسرا مقصد ہے' اس کے حصول کے لئے آپ کو خصوصی طور پر وقت نکالنا ہوگا۔ اپنے نفس کے ناگزیر حقوق کی ادائیگی یعنی کھانے' پینے اور بقدر ضرورت سونے کے بعد جو وقت بھی فارغ ملے اور ان بھاری بھرکم پروگراموں سے جو وقت بچ جائے اسے غنیمت سمجھتے ہوئے اس مقصد کے حصول کے لئے صرف کریں۔ یہ اس وقت کا بہترین مصرف ہوگا۔ ایک مختصر سا تعارف تو آپ کو رفقاء کے سینوں پر آویزاں بیجوں (Badges) سے حاصل ہو جائے گا لیکن اس کے علاوہ اپنے رفقاء کے حالات معلوم کرنا اور ان سے ذاتی تعلق بڑھانا بھی ضروری ہے۔ گویا فارغ اوقات میں آپ اپنے ہم مقصد ساتھیوں کا تفصیلی تعارف حاصل کریں تاکہ باہم محبت میں اضافہ ہو۔

اللہ کی خاطر باہم محبت رکھنے والوں کیلئے بشارتیں

کسی بھی اجتماعیت کے لئے آپس کا میل جول اور باہمی محبت بہت ہی ضروری ہوتی ہے۔ ہماری اس چھوٹی سی اجتماعیت میں اخوتِ باہمی کی فضا پیدا ہونی چاہئے۔ اس حوالہ سے ان احادیث مبارکہ کو ذہن میں رکھئے کہ جن میں آپؐ نے ان مومنین کے لئے جو دین کی خاطر ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہوں' بشارتیں سنائی ہیں۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں:

علامہ اقبال

امامت

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحبِ اَسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق!
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رُخِ دوست
زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے
فتنۂ ملتِ بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے

((فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول' قال اللہ تبارک و تعالٰی' وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِينَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ)) (موطا)

''میری محبت لوگوں کے حق میں واجب ہو گئی جو صرف میرے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور جو میری خاطر مل کر بیٹھتے ہیں اور جو میرے لئے ایک دوسرے کو ملنے آتے ہیں اور جو میری محبت میں ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں''۔

اس حدیث مبارکہ میں جو لفظ ''فِیَّ'' آیا ہے' اس کا کوئی مجرد تصور اپنے ذہن میں رکھئے۔ یہاں اللہ کے لئے محبت کے کیا معنی ہیں؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے دین کے لئے اور اس کے کلمے کی سربلندی کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے کا جذبہ۔ گویا غلبۂ دین کے لئے جو منظم جدوجہد ہو رہی ہے' ایک قافلہ ہے اور اس کے ساتھ کچھ لوگ شریک ہیں۔ اب اس قافلے میں چلنے والے کچھ پرانے ساتھی ہیں اور کچھ نئے بھی ہیں' ان میں سمجھ دار ہیں اور ناسمجھ بھی ہیں۔ اس قافلے کے وہ ہم سفر کہ جو بہت عرصہ پہلے سے شامل ہیں' ان پر بہت سے حقائق واضح ہیں جبکہ جو اس قافلے میں نئے ہم سفر ہیں' انہیں ابھی بہت سی چیزوں کا شعور نہیں ہے۔ پھر ان میں وہ بھی ہیں کہ جنہیں دوسری تنظیموں اور جماعتوں میں کام کرنے کا کوئی تجربہ سرے سے ہے ہی نہیں۔ اس قافلے میں شامل افراد کو جوڑنے والی چیز ایک مقصد کی لگن اور احساسِ فرض ہے' اسی کے تحت یہ قافلہ قدم بقدم آگے بڑھ رہا ہے۔ اب فِیَّ کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے سورۂ عنکبوت کی آخری آیت بہت مدد معاون ہو گی۔ فرمایا گیا: ﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ اس مقام پر ''فِینَا'' کے معنی ہیں ''فِی سَبِیلِنَا'' یعنی جو لوگ ہماری راہ میں ہماری طرف سے عائد کردہ فرائض کی ادائیگی کے ضمن میں مجاہدہ کریں گے' ایثار و قربانی اور صبر کا مظاہرہ کریں گے' ان سے پختہ وعدہ ہے کہ ہم انہیں اپنے راستے دکھائیں گے اور ان کے لئے ان راستوں کو کھولتے چلے جائیں گے۔

گویا پہلے انہیں محسوس ہوگا کہ جیسے ان پر راستے کے نشانات پوری طرح واضح نہیں تھے' تاہم فرض کی ادائیگی کے تحت سفر کا آغاز کریں گے لیکن اس راستے پر جیسے جیسے آگے بڑھیں گے' وہ یہ محسوس کریں گے کہ جیسے کوئی انگلی پکڑ کر چلا رہا ہے کوئی ہمارے سامنے منزل کو دن بدن اجاگر کرتا چلا جا رہا ہے۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث مبارکہ میں بھی جو حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے' اللہ کے لئے باہمی محبت کرنے والوں کو خوشخبری سنائی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ
(بقیہ صفحہ نمبر 22)

تنظیم اسلامی......ایک نظر میں

تعارف

تنظیم اسلامی نہ معروف معنی میں سیاسی جماعت ہے، نہ مذہبی فرقہ، بلکہ ایک اصولی، اسلامی، انقلابی جماعت ہے جو پہلے پاکستان اور بالآخر کل روئے زمین پر اللہ کے دین کے غلبے، یعنی اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام، یا دوسرے لفظوں میں ''اسلامی انقلاب'' اور اس کے نتیجے میں ''نظام خلافت علی منہاج النبوت'' کے قیام کے لئے سرگرم عمل ہے۔

انفرادی سطح پر نظم میں شامل ہر ساتھی کا اصل نصب العین صرف رضائے الٰہی اور نجات اُخروی کا حصول ہے۔

یہ جماعت شخصی بیعت کے مسنون و ماثور اصول پر قائم کی گئی ہے، چنانچہ ڈاکٹر اسرار احمد ولد شیخ مختار احمد مرحوم کو تنظیم اسلامی کے قیام 1975ء سے 2002ء تک اس کے داعی، موسس اور تاحیات امیر کی حیثیت حاصل رہی۔ تاآنکہ 2002ء میں انہوں نے تنظیم کی امارت سے سبکدوشی اختیار کرلی۔

چنانچہ تنظیم اسلامی کے دستور کے مطابق نامزد شدہ نائب امیر، حافظ عاکف سعید ولد ڈاکٹر اسرار احمد نے تنظیم کی امارت کی ذمہ داری سنبھالی اور اب اُن کو تنظیم اسلامی کے تاحیات امیر کی حیثیت حاصل ہے۔

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کا تعارف

تاریخ پیدائش 11 جنوری 1958ء (ساہیوال)

میٹرک 973 لاہور بورڈ سے امتیازی پوزیشن کے ساتھ (گورنمنٹ سنٹرل ماڈل ہائی سکول لاہور)

گریجویشن 1977ء (گورنمنٹ کالج لاہور)

ایم اے (فلسفہ) 1980ء پنجاب یونیورسٹی (امتیازی نمبروں کے ساتھ)

حفظ قرآن کالج ایجوکیشن کے دوران (74ء تا 77ء)

علوم دینیہ کی تحصیل تین سالہ کورس، قرآن اکیڈمی لاہور

تنظیم سے وابستگی بموقع تاسیسی اجلاس 1975ء

قرآن اکیڈمی سے وابستگی بطور فیلو آف اکیڈمی (1982ء)

☆ادارت ماہنامہ میثاق، حکمت قرآن (1983ء)

☆مدیر اکیڈمک ونگ (1985ء تا 2002ء)

☆مدیر ہفت روزہ ''ندائے خلافت'' (1995ء)

☆اضافی ذمہ داری بطور ناظم قرآن کالج (1999ء)

☆ڈائریکٹر اکیڈمی 2002ء

تنظیمی ذمہ داریاں

☆ناظم شعبہ نشر و اشاعت (1991ء)

☆تقرری بطور نائب امیر (1999ء)

☆امیر تنظیم اسلامی کی امارت (2002ء سے)

بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد کا تعارف

محترم ڈاکٹر اسرار احمد، 26 اپریل 1932ء کو ضلع حصار، ہریانہ، بھارت میں پیدا ہوئے۔ 1945-46ء میں حصار ڈسٹرکٹ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے فعال کارکن اور جنرل سیکریٹری رہے۔ 1947ء میں میٹرک کے امتحان میں ضلع حصار میں اول اور پنجاب یونیورسٹی میں مسلم طلبہ میں چوتھی پوزیشن حاصل کی۔ ہائی سکول کی تعلیم کے دوران ہی علامہ اقبال کی ولولہ انگیز ملی شاعری سے ذہنی وقلبی رشتہ استوار ہوا، اور احیائے اسلام کے لئے عملی جدوجہد کی امنگ سینے میں پرورش پانے لگی۔ اکتوبر، نومبر 1947ء میں براستہ سلیمانکی قافلے کے ساتھ بیس دن پیدل سفر کر کے پاکستان آئے۔ 1949ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف۔ایس۔سی (میڈیکل) میں پنجاب یونیورسٹی میں چوتھی پوزیشن حاصل کی۔ 1954ء میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے ایم۔بی۔بی۔ایس کیا۔ اس دوران (1952-53) میں اسلامی جمعیت طلبہ کے ناظم اعلیٰ رہے۔ 1955ء میں رکن جماعت اسلامی اور بنے اور 1956-57ء کے دوران امیر جماعت اسلامی منٹگمری (حال ساہیوال) رہے مگر پھر اپریل 1957ء میں ایک اہم اور اصولی اختلاف کے باعث جماعت اسلامی سے علیحدگی اختیار کرلی۔ 1960-61 میں منٹگمری ہی میں حلقہ مطالعہ قرآن و اسلامک ہاسٹل قائم کیا۔ 1962ء میں والدین کے ہمراہ پہلی بار حج کی سعادت حاصل کی۔ 1965ء میں کراچی یونیورسٹی سے ایم۔اے اسلامیات کا امتحان فرسٹ کلاس فرسٹ پوزیشن میں پاس کیا اور اواخر سال لاہور منتقل ہو کر کرشن نگر (حالی اسلام پورہ) میں ذاتی مطب قائم کرنے کے ساتھ ساتھ مطالعہ قرآن حکیم کے متعدد حلقے قائم کئے۔ فروری 1971ء میں دوبارہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ اس موقع پر زندگی کا اہم ترین فیصلہ یعنی آئندہ میڈیکل پریکٹس چھوڑ کر بقیہ زندگی ہمہ وقت دین کی خدمت میں وقف کرنے کا عزم کیا۔ 1972ء میں تعلیمات و افکار قرآنی کے فروغ کے لئے مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور قائم کی۔ بعد ازاں 1975ء میں تنظیم اسلامی کے نام سے غلبہ و اقامت دین کے لئے ایک قافلہ تشکیل دیا۔

1981ء میں جنرل ضیاء الحق کی مجلس شوریٰ کے رکن نامزد ہوئے مگر دو اجلاسوں میں شرکت کے بعد یہ محسوس کرتے ہوئے کہ یہ ایک لاحاصل کام ہے، استعفیٰ دے کر علیحدگی اختیار کرلی۔

1991ء میں ''تحریک خلافت پاکستان'' کی داغ بیل ڈالی۔

ڈاکٹر صاحب کی دینی مساعی کا ایک خوش آئند پہلو یہ بھی ہے کہ بحمد اللہ انکے سب بھائی، بیٹے، بہوئیں، بیٹیاں، داماد اور متعدد دیگر قریبی عزیز و اقارب بھی تنظیم اسلامی میں شامل اور حسب توفیق سرگرم عمل ہیں۔

تنظیم اسلامی کی اساسی دعوت

تنظیم اسلامی کی اساسی دعوت تین بنیادی دینی اصطلاحات پر مبنی ہے، یعنی

(i) تجدید ایمان

(ii) توبہ

(iii) تجدید عہد

یہی وجہ ہے کہ تنظیم میں شمولیت جس عہد نامے کے ذریعے ہوتی ہے اس میں بھی ان ہی اُمور سہ گانہ کا ذکر ہے، یعنی پہلی کلمہ شہادت کی ادائیگی جو گویا تجدید ایمان کے مترادف ہے۔ دوسری توبہ اور استغفار، اور تیسری اللہ تعالیٰ سے عہد کہ

(i) ہر اس چیز کو ترک کردوں گا جو اسے ناپسند ہے۔

(ii) اس کی راہ میں یعنی اقامت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کی جدوجہد میں امکان بھر اپنا مال بھی صرف کروں گا اور جان یعنی بدنی قوتیں اور صلاحتیں بھی کھپاؤں گا۔

تنظیم میں شمولیت

روئے ارضی کے کسی بھی مقام پر قیام پذیر ہر بالغ مسلمان (خواہ مرد ہو خواہ عورت) تنظیم میں شامل ہو سکتا ہے بشرطیکہ وہ

(i) تنظیم کے اساسی نظریات اور دینی تصورات سے فی الجملہ متفق ہو اور

(ii) امیر تنظیم سے بیعت مسنونہ کے رشتے میں منسلک ہو جائے۔

تنظیم کے اساسی نظریات

تنظیم کے اساسی نظریات اور بنیادی دینی تصورات ایک علیحدہ کتابچے "تعارف تنظیم اسلامی" میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دیئے گئے ہیں تاہم مختصراً عرض ہے کہ:

☆ اسلام دین ہے، محض مذہب نہیں۔ اس میں نہ صرف انفرادی زندگی بلکہ اجتماعی زندگی کے بارے میں بھی تفصیلی احکامات دیئے گئے ہیں۔

واضح ہے کہ انفرادی زندگی کے تین نمایاں گوشے درج ذیل ہیں۔

(i) عقائد

(ii) عبادات کے طور طریقے

(iii) پیدائش، شادی بیاہ اور وفات سے متعلق معاشرتی رسومات

جبکہ اجتماعی زندگی کے نمایاں گوشوں میں سماجی نظام، معاشی نظام اور سیاسی نظام شامل ہیں۔

☆ دین ہونے کے ناتے اسلام اپنا غلبہ چاہتا ہے۔ لہٰذا جہاں انفرادی زندگی میں احکامات اسلامی پر عمل کرنا ضروری ہے وہیں اجتماعی زندگی میں بھی احکامات اسلامی کا نفاذ لازم ہے۔ اسی کو اقامت دین یعنی اسلام کے نظام عدل اجتماعی کا قیام کہتے ہیں۔ گویا ایک مسلمان پر جس طرح انفرادی زندگی میں ارکان اسلام کی ادائیگی فرض ہے اسی طرح اقامت دین کی جدوجہد میں شرکت بھی بنیادی فرائض دینی میں شامل ہے۔ یعنی اگر کسی خطہ زمین میں دین (اسلام کا نظام عدل وقسط) غالب نہ ہو تو اسے قائم اور نافذ کرنے کے لئے جدوجہد کرنا ہر مسلمان کا لازمی دینی فریضہ ہے اور اس کام کے لئے ایک تنظیم یا جماعت کا ہونا ضروری ہے۔

عقائد اور بنیادی دینی تصورات

اس ضمن میں تفصیلی تحریر "تعارف تنظیم اسلامی" نامی کتابچے کے حصہ دوم میں شامل ہے۔ اس بحث کی چھ شقیں ہیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

اس کی پہلی شق ایمان مجمل اور ایمان مفصل کے بیان پر مشتمل ہے جن کی تشریح میں اہل سنت کے عقائد اختصار لیکن جامعیت کے ساتھ آ گئے ہیں۔

دوسری شق کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت کی تشریح پر مشتمل ہے۔ اس میں اللہ کی توحید اور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرار کے فکری و عملی تقاضوں کو کھول کر بیان کیا گیا ہے ساتھ ہی اس امر کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے کہ ہمارے نزدیک خلافت راشدہ چونکہ اصلاً خلافت علی منہاج النبوۃ کی حیثیت رکھتی ہے، لہٰذا اس کے دوران جن اُمور پر امت کا اجماع ہو گیا انہیں دین کے دستوری اور قانونی نظام میں حجت کی حیثیت حاصل ہے۔ اسی طرح یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ ہمارے نزدیک عظمت صحابہؓ اور حجیت خلافت راشدہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت مبارکہ کے ساتھ تتمے اور ضمیمے کی حیثیت حاصل ہے۔

تیسری اور چوتھی شقیں شرک، کفر اور ذمائم اخلاق سے برأت، تمام معاصی اور گناہوں سے توبہ و استغفار پر مشتمل ہیں جن کے ضمن میں جہاں کفر اور شرک کی حقیقت اور اُن کی اقسام کی مختصر مگر جامع وضاحت آ گئی ہے وہاں فرائض و واجبات دینی اور محرمات و منہیات شرعی کا اجمالی تذکرہ بھی ہو گیا ہے اور ان ہی میں وہ "کڑوی گولیاں" بھی شامل ہیں جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے، یعنی کسب معاش کے سلسلے میں محرمات و منکرات سے اجتناب!

پانچویں اور چھٹی شقیں دو، معاہدوں پر مشتمل ہیں:

پہلا عہد۔ اللہ سے کہ میں نے اپنا رخ ہر جانب سے یکسو ہو کر صرف "تیری جانب" کر لیا ہے اور اب میری نماز اور قربانی کی طرح میرا جینا اور مرنا بھی صرف تیرے لئے ہو گا

اور دوسرا عہد امیر تنظیم اسلامی سے کہ میں آپ کے ایسے تمام احکام کی اطاعت جو شریعت کی کسی واضح نص کے خلاف نہ ہوں "سمع وطاعت" کی خالص اسلامی روح کے مطابق کروں گا۔

ان تصریحات سے یہ بات واضح ہو گئی ہو گی کہ تنظیم کے عقائد اور بنیادی دینی نظریات کی متذکرہ بالا چھ شقوں کا تعلق اُن تین اہم دینی اصطلاحات سے ہے جو "تنظیم

رحمٰن کیانی

تیز چلو دوستو

انتخاب: قاضی عبدالقادر

تیز چلو دوستو سامنے منزل ہے وہ
تیز چلو تیز' تیز چلو تیز
سر پہ لوائے حرم
ہاتھ میں تیغ دودم
شانہ بشانہ بہم
اور ملائے قدم
ربِ علیؓ کی قسم
تیز چلو دوستو سامنے منزل ہے وہ
تیز چلو تیز' تیز چلو تیز
تیز چلو دوستو سامنے منزل ہے وہ
تیز چلو تیز' تیز چلو تیز
بر سر راہ سفر
راہنما راہبر
جب کہ ہیں خیر البشرؐ
پھر ہے تمہیں کس کا ڈر
بے حذر و بے خطر
تیز چلو دوستو سامنے منزل ہے وہ
تیز چلو تیز' تیز چلو تیز
تیز چلو دوستو سامنے منزل ہے وہ
تیز چلو تیز' تیز چلو تیز
تم کہ مسلمان ہو
صاحب ایمان ہو
حاملِ قرآن ہو
حق کے نگہبان ہو
اشرف الانسان ہو
تیز چلو دوستو سامنے منزل ہے وہ
تیز چلو تیز' تیز چلو تیز
تیز چلو دوستو سامنے منزل ہے وہ
تیز چلو تیز' تیز چلو تیز
مائل شر بے حساب
دشمنِ خانہ خراب
ہے یہی اس کا جواب
بن کے مجسم عتاب
ربِ علی کا عذاب
تیز چلو دوستو سامنے منزل ہے وہ
تیز چلو تیز' تیز چلو تیز
تیز چلو دوستو سامنے منزل ہے وہ
تیز چلو تیز' تیز چلو تیز
تم کہ ہو فخر سلف
تم کہ ہو شانِ خلف
ہم قدم و صف بصف
جاں طلب و سر بکف
لاتذر ولاتخف
تیز چلو دوستو سامنے منزل ہے وہ
تیز چلو تیز' تیز چلو تیز
تیز چلو دوستو سامنے منزل ہے وہ
تیز چلو تیز' تیز چلو تیز
بر سر کوہ و دمن
بے خبر جان و تن
بے سپر و بے کفن
نعرہ زن و تیغ زن
تیغ زن و صف شکن
تیز چلو دوستو سامنے منزل ہے وہ
تیز چلو تیز' تیز چلو تیز
تیز چلو دوستو سامنے منزل ہے وہ
تیز چلو تیز' تیز چلو تیز
جس سے تمہیں پیار ہے
برق شرر بار ہے
خنجر خونخوار ہے
تیغ جگر دار ہے
زندگی پکار ہے
تیز چلو دوستو سامنے منزل ہے وہ
تیز چلو تیز' تیز چلو تیز
تیز چلو دوستو سامنے منزل ہے وہ
تیز چلو تیز' تیز چلو تیز
حاصلِ قدر و ثبات
تم سے کہوں ایک بات
تا بہ حد کائنات
رزم مسلسل حیات
فرصت یکدم ممات
تیز چلو دوستو سامنے منزل ہے وہ
تیز چلو تیز' تیز چلو تیز

اسلامی کی اساسی دعوت'' کے عنوان سے چند آیاتِ قرآنیہ کے ساتھ ابتدا ہی سے جلی طور پر شائع ہوتی رہی ہیں، یعنی تجدیدِ ایمان، توبہ اور تجدیدِ عہد۔ چنانچہ پہلی دو شقوں کا تعلق تجدیدِ ایمان سے ہے، درمیانی دو کا توبہ سے اور آخری دو کا تجدیدِ عہد سے!!

نظامِ بیعت

ہمارے نزدیک اسلامی نظمِ جماعت کی مسنون شکل، نظامِ بیعت ہے۔ یہ ایک فطری طریقِ تنظیم ہے جس میں نہ صرف یہ کہ اختلافِ رائے کی پوری گنجائش موجود ہوتی ہے بلکہ اظہارِ خیال کے کثیر مواقع بھی میسر آتے ہیں۔ نظامِ بیعت میں باہمی مشاورت کا نہایت وسیع اور جامع نظام ترتیب دیا گیا ہے جو نام نہاد جمہوری نظام سے بھی وسیع تر اور مؤثر ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جمہوری نظام میں آخری فیصلہ ''بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے!'' کے مصداق آراء کی گنتی کی بنیاد پر ہوتا ہے، لیکن نظامِ بیعت میں اظہارِ رائے اور کھلی بحث و تمحیص کے بعد آخری فیصلہ صاحبِ امر (یعنی امیرِ جماعت) کی صوابدید پر چھوڑ دیا جاتا ہے، جو افراد کی گنتی سے زیادہ اصحاب الرائے کے مشوروں کو پیشِ نظر رکھ (تول) کر آخری فیصلہ کرتا ہے۔ گویا نظامِ بیعت میں اصولِ قرآنی ﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ (الشوریٰ:۳۸) ''کہ ان (مسلمانوں) کے باہمی معاملات مشورے کے ذریعے طے ہوتے ہیں'' کی بالفعل تعمیل اس حکمِ قرآنی کے مطابق ہوتی ہے کہ ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ (آل عمران:۱۵۹) ''اور تم (اہم معاملات میں) ان (مسلمانوں) سے مشورہ کیا کرو، پس جب تم (مشوروں کی روشنی میں) کوئی فیصلہ کرلو تو پھر اللہ پر توکل کرو''۔

رفقائے تنظیمِ اسلامی کے لئے عملی ہدایات

تنظیم کے ہر رفیق کو حسبِ ذیل اُمور کا اہتمام کرنا ہوگا:

1- اپنے ایمان اور یقین میں پختگی اور گہرائی پیدا کرنے کی ہر دم کوشش کرتا رہے۔ اس کے لئے فہم اور تدبر کے ساتھ قرآن مجید کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کو معمول بنائے اور قرآن حکیم کے درس کی محفلوں میں پابندی اور تسلسل کے ساتھ شرکت کرے۔

2- وقتاً فوقتاً مراقبہ کرے اور اپنے باطن میں جھانک کر جائزہ لیتا رہے کہ کیا واقعتاً اس کا نصب العین اور مقصدِ حیات اللہ کی رضا اور اُخروی فلاح کا حصول بن چکا ہے اور اسی طرح کیا فی الواقع اس کی نماز اور قربانی کی طرح اس کا جینا اور مرنا بھی صرف اللہ کے لئے ہوگیا ہے! اور اگر اس میں کمی محسوس ہو تو اپنا پہلا فرض اسی کو سمجھے کہ اس کمی کو پورا کرے، اس لئے کہ باقی تمام دعوتی اور تنظیمی ذمہ داریوں کی ادائیگی کا دارومدار اسی پر ہے۔

3- اپنے عقائد کو درست کرے اور کلمہ شہادت کے مضمرات اور لازمی نتائج کو ہمیشہ دل و دماغ میں تازہ کرتا رہے۔

4- تمام فرائض اور واجبات ادا کرے اور تمام حرام اشیاء و افعال اور منکرات سے لازماً اجتناب کرے۔ اپنی معیشت اور معاشرت کو مکروہات سے پاک کرنے اور سنتِ رسولؐ، سنتِ خلفاءِ راشدینؓ اور تعاملِ صحابہؓ سے قریب سے قریب تر کرنے کے لئے مسلسل کوشش کرتا رہے۔

5- اپنے دینی علم میں اضافے کے لئے مسلسل کوشش کرتا رہے اور اس سلسلے میں جو تعلیمی و تربیتی نصاب اور تدریسی پروگرام تنظیم کی جانب سے ترتیب دیئے جائیں اُن کی جلد از جلد تکمیل کی مقدور بھر کوشش کرے۔

6- خود ذاتی حیثیت میں ''داعی الی اللہ'' بننے کی امکان بھر کوشش کرے اور اس سلسلے میں تنظیمی لٹریچر سے استفادہ کرے۔

7- ہر رفیقِ تنظیم ایک جانب امیرِ تنظیم کی تمام تحریروں کے مطالعہ اور اہم تقاریر، خصوصاً خطباتِ جمعہ کے سننے کا اہتمام کرے (نیز تنظیم کے جرائد ''میثاق'' اور ''ندائے خلافت'' کا باقاعدگی سے مطالعہ کرے) اور دوسری جانب ''ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے'' کے مطابق اپنے آپ کو تنظیم کے نظم کی پابندی کا عادی اور خوگر بنائے۔ چنانچہ اجتماعات میں پابندی کے ساتھ شرکت کرتا رہے تاکہ نظمِ بالا کی جانب سے موصولہ ہدایات کا علم بروقت ہوتا رہے۔

8- دوسرے رفقاء اور ذمہ دار حضرات پر تنقید، ان کا احتساب اور ان سے اختلاف کے ضمن میں اسلامی تعلیمات اور تنظیمی اصولوں کو پیشِ نظر رکھے اور وقتاً فوقتاً مراقبہ کرکے اپنے باطن کا جائزہ لیتا رہے کہ دل میں غیر شعوری اور غیر ارادی طور پر رفقائے تنظیم خصوصاً بالاتر نظم کے خلاف ''غل'' یعنی کدورت پیدا نہ ہو کیونکہ اس سے اجتماعیت کی جڑیں کھوکھلی ہوتی ہیں۔ البتہ تنظیم کی کارکردگی بہتر بنانے کے لئے تجاویز و آراء پیش کرنے کا مناسب طریق کار موجود ہے۔

9- دعوتی اور تنظیمی سرگرمیوں کے لئے روزانہ اوسطاً ڈیڑھ گھنٹہ وقف کرے۔

10- اپنی ماہانہ آمدنی میں سے مقدور بھر انفاق فی سبیل اللہ کی مد میں تنظیم کے بیت المال میں جمع کروائے۔

تنظیمی ڈھانچہ

تنظیمِ اسلامی کا تنظیمی ڈھانچہ مرکزی نظام، حلقہ جاتی نظام، مقامی تنظیموں، اُسرہ جات اور منفرد رفقاء پر مشتمل ہے۔

خواتین کا علیحدہ نظم قائم ہے۔ اس میں بھی یہ تمام درجات موجود ہیں۔

سب سے بنیادی یونٹ اُسرہ ہے۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں خاندان۔ اس میں بالعموم 3 تا 10 رفقاء ہوتے ہیں۔ اُسرے کا سربراہ نقیب کہلاتا ہے۔ کسی مقام پر 2 یا زائد اُسرہ جات کی موجودگی میں بالعموم مقامی تنظیم قائم کردی جاتی ہے۔ مقامی تنظیم کا سربراہ امیرِ مقامی تنظیم کہلاتا ہے۔

دعوت کی توسیع اور تنظیمی رابطوں کو آسان اور مستحکم بنانے کے لئے ملک کے مختلف حصوں میں حلقہ جات قائم ہیں جو اپنے اپنے علاقوں میں دعوتی اور تنظیمی سرگرمیوں نیز مالی معاملات کے حوالے سے خود مکتفی اور ذمہ دار ہیں۔

مرکزی نظم میں امیرِ تنظیم کے بعد اہم ترین عہدہ ناظمِ اعلیٰ کا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف شعبہ جات مثلاً مالیات، دعوت، تربیت اور نشر و اشاعت قائم ہیں۔

علامہ اقبال

بڈھے بلوچ کی نصیحت، بیٹے کو

ہو تیرے بیاباں کی ہوا تجھ کو گوارا
اس دشت سے بہتر ہے نہ دلی، نہ بخارا
جس سمت میں چاہے صفتِ سیلِ رواں چل
وادی یہ ہماری ہے، وہ صحرا بھی ہمارا
غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاجِ سرِ دارا
حاصل کسی کامل سے یہ پوشیدہ ہنر کر
کہتے ہیں کہ شیشہ کو بنا سکتے ہیں خارا
افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا
محروم رہا دولتِ دریا سے وہ غواص
کرتا نہیں جو صحبتِ ساحل سے کنارا
دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا
دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا
اللہ کو پامردیٔ مومن پہ بھروسا
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا
تقدیرِ اُمم کیا ہے! کوئی کہہ نہیں سکتا
مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارا
اخلاصِ عمل مانگ نیا گانِ کہن سے
شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را؟

(i) نظم: کسی بھی جماعت یا تنظیم میں نظم (یعنی اختیاراتی ترتیب) کو بہت اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ خصوصاً وہ جماعت یا تنظیم جو کسی نئے نظام کو قائم و نافذ کرنے کی دعویدار ہو۔ تنظیم اسلامی میں نظم نیچے سے اوپر کو اس طرح سے ہے۔

نقیب اُسرہ ← امیر مقامی تنظیم ← امیر حلقہ ← ناظم اعلیٰ ← امیر تنظیم اسلامی۔

شرکاء تنظیم کو سمع وطاعت کا خوگر بنانے پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔

(ii) مالیات: تنظیم اپنے (تنظیمی و دعوتی) اخراجات کے لئے انحصار اپنے رفقاء ورفیقات ہی کے جذبہ انفاق پر کرتی ہے اور عام چندے کی اپیل نہیں کرتی۔ تنظیم کے شرکاء بالعموم ہر ماہ تنظیم کے لئے انفاق کرتے ہیں جس کی وصولی خرچ اور آڈٹ کا با قاعدہ نظام تنظیم میں ہر سطح پر موجود ہے۔

(iii) دعوت: انقلابی دعوت کو عوام الناس تک پہنچانے کے لئے ہر ممکنہ جائز ذرائع استعمال کئے جاتے ہیں۔ جن میں اہم تر دروس قرآن کے حلقے ہیں جو پورے ملک میں وسیع پیمانے پر قائم ہیں۔ اس کے علاوہ کارنر میٹنگز، جلسہ ہائے عام، تفہیم دین پروگراموں کے ذریعے دعوت کو عام کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔

(iv) تربیت: تنظیم اسلامی میں شرکاء کی تربیت کا بہت ہی مؤثر نظام قائم ہے۔ مرکزی سطح پر قریباً ہر ماہ ایک ہفت روزہ تربیت گاہ کا اہتمام کیا جاتا ہے جو مرکزی دفتر تنظیم اسلامی کے علاوہ ضرورت کے مطابق حلقہ جات کے دفاتر میں بھی (جہاں ممکن ہو) منعقد کی جاتی ہیں۔ مرکزی سطح پر خط و کتابت کے ذریعے بھی یہ کام سرانجام دیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ مقامی تنظیم اور اُسرہ جات کی سطح پر بھی تربیتی پروگرام منعقد کئے جاتے ہیں اور مقامی ذمہ دار حضرات انفرادی سطح پر بھی یہ کام سرانجام دیتے ہیں۔

(v) نشر و اشاعت: دعوت کے ضمن میں کتب، رسائل و جرائد اور آج کے دور میں بالخصوص آڈیو، ویڈیو کیسٹس اور CD's اہم رول ادا کرتی ہیں۔ الحمدللہ کہ تنظیم ان ذرائع کا بھرپور استعمال کر رہی ہے۔

کتب اور کیسٹس کی ایک طویل فہرست ہے۔ دروس قرآن، دورہ ترجمہ القرآن اور دیگر موضوعات کے خطابات پر مشتمل CD's کی بھی معقول تعداد موجود ہے۔

ماہانہ ''میثاق'' اور ہفت روزہ ''ندائے خلافت'' کو تنظیم کے ترجمان جرائد کی حیثیت حاصل ہے۔ تنظیم کی اپنی ویب سائیٹ WWW.Tanzeem.org کے نام سے موجود ہے جس پر امیر تنظیم کا تازہ خطاب جمعہ، بانی تنظیم کے متعدد خطابات و دروس اور ہفت روزہ ندائے خلافت Upload کئے جاتے ہیں۔

تنظیم میں شمولیت

دین اسلام کے نفاذ کیلئے جدوجہد کرنا کوئی اضافی نیکی نہیں بلکہ ہر مسلمان کا فرض منصبی ہے۔ تنظیم اسلامی اجتماعی طور پر اسی فرض کی ادائیگی کیلئے کوشاں ہے۔ آیئے اپنے اس فرض کی ادائیگی کیلئے تنظیم اسلامی کے دست وبازو بن جائیں اور اللہ کی زمین پر اللہ کا حکم نافذ کرنے کی کوشش کریں۔ اسی صورت میں ہم اللہ کے حضور اپنی معذرت پیش کر سکتے ہیں۔

تنظیم اسلامی میں شمولیت کے لئے بیعت کے الفاظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم
اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (ﷺ)
اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ
وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا
اِنِّيْ اُعَاهِدُ اللّٰهَ
عَلٰى اَنْ اَهْجُرَ كُلَّ مَا يَكْرَهُهٗ
وَاُجَاهِدَ فِيْ سَبِيْلِهٖ جُهْدَ اسْتِطَاعَتِيْ
وَاُنْفِقَ مَالِيْ وَاَبْذُلَ نَفْسِيْ
لِاِقَامَةِ دِيْنِهٖ وَاِعْلَاءِ كَلِمَتِهٖ
وَلِاَجْلِ ذٰلِكَ اُبَايِعُ الْحَافِظَ عَاكِفَ سَعِيْد، امير التنظيم الاسلامی
اَسْتَعِيْنُ اللّٰهَ رَبِّيْ وَاَسْتَقْدِرُهٗ عَلَى الْاِسْتِقَامَةِ عَلَى الدِّيْنِ وَاِيْفَاءِ هٰذَا الْعَهْدِ

رُکو نہیں، تھمو نہیں!

نعیم صدیقی

رُکو نہیں تھمو نہیں کہ معرکے ہیں تیز تر!!
نئے سرے سے چھڑ چکی جہاں میں رزمِ خیر و شر
اگرچہ شب تھی نیش زن، سحر ہے خوں فشاں سحر
سپاہیانِ عشق کی، مگر خودی بلند تر
ہزار زخمِ تازہ سے پگھل رہے ہیں گو جگر
مجاہدوں کی شان ہے کہ آنکھ ہو نہ پائے تر
ذرا بھی تم ٹھٹک گئے، رکے کہیں جو لمحہ بھر
طویل ہو نہ جائے پھر تمہارا یہ کٹھن سفر
سفر کہ جس میں جابجا کئی مراحل سقر
پکارتی ہیں سہم کر فضائیں خود "حـــذر حـــذر"
رُکو نہیں، تھمو نہیں کہ شور ہے نگر نگر
ہے۔ قاتلوں، خناسیوں کے درمیاں گھرا بشر
ربوٰ، زنا، قمار کے تمدن جدید میں
نہ کوئی خلق محترم، نہ کوئی قدر معتبر
اُجڑ رہی ہیں عصمتیں کچل گئی ہیں غیرتیں
ہزاروں بچے چیختے، ہزاروں مائیں نوحہ گر
نہ کوئی قلب مطمئن، نہ کوئی روح پرسکوں
خیال ہیں گرہ گرہ، عقیدے ہیں سو منتشر
رُکو نہیں، تھمو نہیں کہ زندگی عذاب ہے
خدائی کے ہیں مدعی جہاں میں اہلِ زور و زر
زمیں کے چپے چپے پر تمہارا انتظار ہے
کہ ذرّہ ذرّہ خاک کا، بشر کے خون سے ہے تر
رُکو نہیں، تھمو نہیں مجاہدانِ صف شکن!
تمہارے انقلاب سے بنے گا عالمِ دِگر
رُکو نہیں، تھمو نہیں کہ معرکے ہیں تیز تر

(انتخاب: قاضی عبدالقادر)

اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے
میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں
وہ تنہا ہے اُس کا کوئی ساجھی نہیں
اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں
میں اللہ تعالیٰ سے اپنے تمام گناہوں کی معافی کا خواستگار ہوں
اور خلوصِ دل کے ساتھ اُس کی جناب میں توبہ کرتا ہوں
میں اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہوں کہ:
اُن تمام چیزوں کو ترک کردوں گا جو اُسے ناپسند ہیں
اور اُس کی راہ میں مقدور بھر جہاد کروں گا
اور اپنا مال بھی صرف کروں گا اور جان بھی کھپاؤں گا
اُس کے دین کی اقامت اور اُس کے کلمہ کی سربلندی کے لئے
اور اِس مقصد کی خاطر میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف
سعید سے بیعت کرتا ہوں
میں اللہ سے مدد اور توفیق کا طلب گار ہوں کہ وہ مجھے دین پر
استقامت اور اس عہد کے
پورا کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔

❁ ❁ ❁

حضورﷺ نے فرمایا

جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام کردی ہیں اُن سے دامن بچاؤ گے تو بہت بڑے عابد بن جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں جو کچھ لکھ دیا ہے اس پر راضی اور مطمئن ہو جاؤ گے تو تم سے بڑھ کر کوئی دولت مند نہ ہوگا۔ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرو گے تو تم مؤمن کامل بن ہو جاؤ گے۔

پریس ریلیز 24 ستمبر 2004ء

مغربی تہذیب اور آزادیٔ نسواں

سیاسی میدان میں سیکولرازم جبکہ معاشی سطح پر سود اور جوئے پر مبنی نظامِ معیشت آج عالمِ اسلام سمیت پوری دنیا پر مسلط ہو چکا ہے' لیکن مسلم معاشرے میں ابھی معاشرتی سطح پر خاندانی نظام اور عصمت وعفت کی کچھ اقدار باقی ہیں' جو مغرب کو ہضم نہیں ہو رہی ہیں۔ چنانچہ شرم وحیا کے جذبات کو ختم کرنے کے لئے اب یو این او کے ذریعے سوشل انجینئرنگ پروگرام نافذ کیا جا رہا ہے۔ افسوس ناک امر یہ ہے کہ اس ایجنڈے پر پاکستانی حکمرانوں نے مغرب سے بڑھ کر لبیک کہا ہے' جس کا ایک مظہر یہ ہے کہ مختلف شعبہ ہائے زندگی میں خواتین کی 33 فیصد نمائندگی پاکستان کے سوا پوری دنیا میں کہیں نہیں ہے۔ ان خیالات کا اظہار بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطابِ جمعہ کے دوران کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ مغربی تہذیب جس کے پیچھے یہودی ذہن کارفرما ہے' وہ انسان کو اس کے حقیقی مقام سے نیچے لا کر جانور کی سطح پر لانا چاہتے ہیں' تاکہ انہیں اپنا غلام بنا کر اُن کی محنت کا اصل حصہ خود ہڑپ کر سکیں۔ اس کے لئے انہوں نے پہلے سیاسی سطح پر سیکولرازم کا نظریہ دے کر انسان کو مذہب سے دور کیا اور پھر معاشی سطح پر سود اور جوئے کے ذریعے اُنہیں اپنے چنگل میں پھنسایا اور اب عصمت وعفت کے جذبات ختم کر کے اُنہیں مکمل حیوان بنا دینا چاہتے ہیں' کیونکہ جانور ان احساسات سے بالکل عاری ہوتے ہیں۔ اس کے لئے ان کا ایجنڈا یہ ہے کہ عورتوں کو آزادیٔ نسواں اور حقوق نسواں کے نام پر گھر سے باہر نکالا جائے اور مخلوط معاشرے کو فروغ دیا جائے تا کہ شرم وحیا کا پردہ چاک ہو جائے اور خاندانی نظام کی جڑیں کھوکھلی ہو جائیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ آج ہمارے خاندانی نظام اور عصمت وعفت پر جو حملہ ہو رہا ہے اُسے صرف خواتین کے مجاہدانہ کردار کے ذریعے ہی پسپا کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام عورت کے تحفظ کے لئے معاشرے میں پردے کی چار سطحوں کا قائل ہے۔ پہلا پردہ غیر مخلوط معاشرے' یعنی مرد وزن کے ہر میدانِ زندگی میں الگ الگ دائرہ کار پر مشتمل ہے۔ دوسرا یہ کہ عورت ضرورت کے تحت جب بھی گھر سے باہر نکلے تو مکمل پردے میں ہو۔ عورت کے لئے تیسرا قلعہ گھر کی چاردیواری ہے جس میں غیر محرموں کا داخلہ ممکن نہیں ہوتا۔ عورت کی حفاظت کا چوتھا انتظام عورت کا ستر ہے جو گھر کے اندر محرم مردوں کے سامنے بھی برقرار رکھا جاتا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ بے حیائی کے اس سیلاب کا جواب آج کی باحیا مسلمان خواتین مکمل شرعی پردہ اختیار کر کے ہی دے سکتی ہیں۔ اس کے لئے اُنہیں ڈٹ جانا ہوگا۔ جبکہ اس ضمن میں مرد کا کردار یہ ہے کہ وہ خواتین میں پردے کے احکامات کے حوالے سے شعور بیدار کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کرے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم نے اس آخری مورچے کے خلاف محاذ نہ بنایا تو ہم کہیں اپنی بچی کھچی روایات سے بھی ہاتھ دھو کر ''تمہاری داستان تک نہ ہوگی داستانوں میں'' کا مصداق نہ بن جائیں۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر واشاعت' تنظیم اسلامی)

اعلان داخلہ

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

نگران وسرپرست **ڈاکٹر اسرار احمد**

سپلیمنٹری امتحان 2004ء میں میٹرک کرنے والے طلباء کے لئے (فرسٹ ایئر) میں
داخلے کا شیڈول

1۔ عام داخلہ بغیر لیٹ فیس 24 ستمبر تا 4 اکتوبر 2004ء

2۔ 300 روپے لیٹ فیس کے ساتھ 5 اکتوبر تا 14 اکتوبر 2004ء

☆ جدید سہولیات سے آراستہ ہاسٹل کی سہولت موجود ہے۔

بورڈ اور یونیورسٹی کی معیاری نصابی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم وتربیت کا جامع پروگرام

☆ سنجیدہ وباوقار ماحول ☆ شاندار عمارت ☆ قابل اور محنتی سٹاف

اظہار تشکر

لاہور بورڈ کے انٹرمیڈیٹ فائنل کے حالیہ امتحان میں **شاندار کارکردگی** پر ہم تہہ دل سے **اللہ کا شکر** ادا کرتے ہیں' جس کی توفیق سے کالج ہذا کے ایک ہونہار طالب علم **حامد سجاد** نے لاہور بورڈ میں آرٹس گروپ میں **828** نمبر لے کر تیسری پوزیشن حاصل کی' جبکہ ایک اور ذہین طالب علم **حسین عاکف** نے اسی گروپ میں **814** نمبر لے کر امتیازی نمبروں سے کامیابی حاصل کی

جبکہ کالج کا مجموعی رزلٹ 88 فیصد رہا

پرنسپل قرآن کالج

فون: 5833637

Email: college@tanzeem.org

تنظیم اسلامی کی دعوت

لمحہ فکریہ!

الحمدللہ کہ ہم سب مسلمان ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہیں اور یقیناً یہ اللہ کا بہت بڑا فضل وکرم ہے کہ اس نے ہمیں مسلمان ماں باپ کے ہاں پیدا فرمایا کیونکہ اگر خدانخواستہ ہم کسی غیر مسلم گھرانے میں آنکھ کھولتے تو اس بات کا امکان بہت ہی کم تھا کہ ہم اسلام کی دولت سے بہرہ ور ہو سکتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام ہی دین حق ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری اور سچے رسول ہیں اور نبی آخرالزماں کے اُمتی ہونے کی حیثیت سے ہمیں اس بات کی قوی امید ہے کہ مسلمان ہی آخرت میں اللہ کے انعامات واعزازات کے حقیقی مستحق ہوں گے۔

لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا محض اس بات پر کہ ہم نے مسلمان گھرانے میں آنکھ کھولی، آخرت میں ہم ابدی انعام کے حقدار بن جائیں گے۔ عقل سلیم اس بات کو تسلیم نہیں کرتی۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم آخرت میں انعامات و کرامات کے مستحق تبھی قرار پائیں گے جب ہم اپنی امکانی حد تک ان فرائض اور ذمہ داریوں کو ادا کریں جن کا دین ہم سے تقاضا کرتا ہے ورنہ اس بات کا خدشہ موجود ہے کہ اگر ہم اپنی دینی ذمہ داریوں کو ادا نہ کریں تو محض مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہونا ہمارے محاسبے میں مزید شدت کا باعث بن جائے اس لئے کہ جس پر اللہ کے احسانات وانعامات زیادہ ہوتے ہیں اس کا محاسبہ بھی اسی نسبت سے سخت ہوتا ہے۔ سورہ تکاثر میں فرمایا "ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم" پھر تم سے قیامت کے دن نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔"

اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہونا یقیناً باعث شرف وافتخار ہے۔ لیکن یہ بات ذہن سے اوجھل نہ ہونے پائے کہ جب کسی کو بلند مرتبہ یا منصب عطا ہوتا ہے تو اس کی ذمہ داریاں بھی بڑھ جاتی ہیں۔ "جن کے رتبے ہیں سوا، اُن کی سوا مشکل ہے" اور کوئی انسان کامیاب اس وقت قرار پاتا ہے کہ جس قدر اس کے بس میں ہو وہ اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی کوشش کرے۔ ہم مسلمان اس عظیم امت کے جزو ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے "امت وسط" اور "خیر امت" (یعنی بہترین امت) قرار دیا اور ہمارے لئے یہ الفاظ بھی قرآن میں وارد ہوئے کہ ھو اجتبکم اس (اللہ) نے تمہیں چن کر لیا ہے چنانچہ امت محمدؐ علی صاحبا الصلوٰۃ والسلام میں شامل ہونے سے جہاں ہمارا مقام اور مرتبہ بلند ہو جاتا ہے وہیں اس ضمن میں کچھ ذمہ داریاں بھی ہم پر عائد ہوتی ہیں جن کی ادائیگی کی اگر ہم فکر نہیں کریں گے تو ہم بھی اسی خطاب کے مستحق قرار پائیں گے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہود کو دیا ہے۔ ہم سے پہلے مسلمان امت یہود تھے۔ انہیں تورات عطا کی گئی تھی۔ لیکن جب انہوں نے اللہ کی کتاب سے منہ موڑا اور دینی ذمہ داریوں کو ادا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معزول کر دیا اور ان پر ذلت اور مسکنت مسلط کر دی اور سورہ جمعہ میں ان کے طرز عمل کے بارے میں فرمایا "مثال ان لوگوں کی جنہیں تورات عطا کی گئی تھی لیکن انہوں نے اس کی ذمہ داریوں کو ادا نہ کیا اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لدا ہو۔"

خیر اُمت کے فرائض دینی

ایمان حقیقی کے حصول کی کوشش

قرآن مجید جہاں اہل ایمان کو ان کی ذمہ داریاں یاد کرواتا ہے وہاں انہیں یہ تاکید بھی کرتا ہے کہ یقین قلبی والے ایمان کو حاصل کرنے کی شعوری کوشش کریں۔ سورۃ ال عمران کی آیت نمبر **110** میں فرمایا: "کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تومنون باللّٰہِ" ترجمہ: "تم وہ بہترین اُمت ہو جسے دوسرے لوگوں کے لئے برپا کیا گیا۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر پختہ یقین رکھتے ہو۔" اسی طرح سورۃ النساء کی آیت نمبر **136** میں فرمایا: "یَا اَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اٰمِنُوا باللّٰہِ ورسولہٖ" ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر پختہ یقین رکھو۔" گویا کہ سب سے پہلی اور بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے ایمان کو مضبوط کریں اور دیکھیں کہ کیا واقعی ان حقائق پر ہمیں قلبی یقین حاصل ہے جن کو ماننے کا ایمان ہے۔ اگر ایسا ہوگا تو پھر ہم دوسری اہم دینی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے بھی آمادۂ عمل ہو سکیں گے۔

ربّ کی بندگی

ایمان ویقین کے حصول کی کوشش کے ساتھ ساتھ بحیثیت مسلمان ہماری سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اپنے خالق ومالک کی بندگی کریں۔ قرآن مجید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں اور جنوں کو پیدا ہی اس لئے کیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں۔ وما خلقت الجن والانس الالیعبدون.. ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ ہی ہمارا خالق، مالک اور رازق ہے۔ اس کے ہم پر بے شمار احسانات ہیں لیکن ظاہر ہے کہ اس کے احسانات کے بدلے میں ہم یہ تو نہیں کر سکتے کہ جواباً اس پر کوئی احسان کریں یا اس کی کوئی ضرورت پوری کریں۔ اس لئے کہ وہ الصمد اور الغنی (بے نیاز) ہے۔ ہاں ہم یہ ضرور کر سکتے ہیں کہ اس کے شکر گزار بن جائیں۔ اس کی پرستش کریں۔ اس کی اطاعت کریں اور اس کے احکامات کو توڑنے سے اجتناب کریں۔ اسی طرز عمل کا نام بندگی ہے جسے قرآن مجید کی اصطلاح میں "عبادت رب" کہتے ہیں۔ اللہ بھی ہم سے یہی چاہتا ہے کہ ہم اس کی بندگی کریں اور اسی لئے اس نے ہمیں تخلیق فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کی دعوت کا بنیادی نکتہ یہی رہا ہے کہ یَاقَومِ اعبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُم مِن اِلٰہٍ غَیرُہٗ اے میری قوم (کے لوگو!) اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔"

عبادت کے ضمن میں ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے اور وہ یہ کہ ہم نے اپنے طور پر سمجھ لیا ہے کہ عبادت سے مراد نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ہے اور بس۔ گویا زندگی کے دوسرے معاملات سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ تصور انتہائی محدود ہے۔ درحقیقت عبادت سے مراد ہے اللہ کی محبت سے سرشار ہونا اور اس کی غلامی اختیار کر لینا۔ یعنی زندگی کے ہر معاملے میں دل کی آمادگی سے اللہ کی اطاعت کرنا اور

علامہ اقبال

سلطان ٹیپو کی وصیت

تو رہ نوردِ شوق ہے منزل نہ کر قبول
لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول
اے جوئے آب بڑھ کہ ہو دریائے تند و تیز
ساحل تجھے عطا ہو تو ساحل نہ کر قبول
کھویا نہ جا صنم کدۂ کائنات میں
محفل گداز! گرمی محفل نہ کر قبول
صبحِ ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول
باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے
شرکت میانہ حق وباطل نہ کر قبول

اپنی مرضی کو اس کی مرضی کے تابع بنا دینا۔ گویا اللہ تعالیٰ کی اطاعت جبراً نہیں بلکہ شوق اور محبت کے جذبے کے ساتھ ہونی چاہئے۔ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ مراسم عبودیت ہیں اور عبدیت کے اظہار کا ذریعہ ہیں۔ یہ چیزیں بھی یقیناً عبادت میں داخل ہیں لیکن یہ کُل عبادت نہیں ہیں۔ بلکہ عبادت تو زندگی کے ہر شعبے اور گوشے میں اللہ کی اطاعت ہے اور یہی دین اسلام ہے۔ جس کا ہم سے پہلا مطالبہ یہ ہے کہ ہم زندگی کے ہر معاملے میں اللہ کے احکام کو مدِنظر رکھیں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ کسی بھی معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کا حکم ٹوٹنے نہ پائے۔ اسی طرزِ عمل کا نام تقویٰ ہے۔ اس بات کو سورہ بقرہ میں ان الفاظ میں بیان کیا کہ "یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السّلم کافۃ" کہ اے اہل ایمان اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔

دین کی دعوت و گواہی

ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی اس نسبت پر فخر ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہیں اور یقیناً یہ ہماری بہت بڑی خوش بختی ہے۔ لیکن جہاں یہ بات باعث فخر و افتخار ہے وہیں اس کے حوالے سے ہم پر ایک اہم ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔ اس ذمہ داری کا جامع عنوان ہے "شہادت علی الناس" یعنی اللہ تعالیٰ کا جو دین اور پیغام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے امت تک پہنچا ہے، اب امت کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اس دین کو اپنے اپنے زمانے میں پوری نوع انسانی تک پہنچائے اور اپنے قول و فعل سے اس دین کی گواہی دے۔ بقول حکیم الامت:
"دے تو بھی محمدؐ کی صداقت کی گواہی۔"

ہمارا ایمان ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین ہیں۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا اور اب قیامت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا دور ہے۔ جزیرہ نمائے عرب کی حد تک آپؐ نے بنفسِ نفیس اللہ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچایا اور اس کے دین کو غالب کیا لیکن اب آپؐ کے بعد یہ اُمت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس مشن کو پورا کرے اور اللہ کے آخری پیغام کو نوعِ انسانی کے ہر ہر فرد تک پہنچائے۔ سورہ بقرہ میں اس اُمت کی تشکیل کی غرض و غایت ہی یہ بیان ہوئی و کذلک جعلنکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا "اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین اُمت بنایا کہ تم ہو جاؤ گواہ (تمام) لوگوں پر اور رسولؐ ہو جائیں گواہ تم پر۔" گویا جس طرح انسانوں کی تخلیق کی غرض و غایت یہ تھی کہ وہ اللہ کی بندگی کریں، اسی طرح اس اُمت کی تشکیل کی غرض و غایت یہ ہے کہ وہ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں تک اللہ کے دین اور اس کے پیغام کو پہنچائیں۔ اپنے قول سے بھی اللہ کے دین کی شہادت دیں اور عمل سے بھی اس کی گواہی دیں۔ اسی ذمہ داری کا نام ہے "شہادت علی الناس"۔ یہ ذمہ داری فی الحقیقت تو امت کی ذمہ داری ہے۔ امت جب تک اس ذمہ داری کو ادا کرتی رہی وہ دنیا میں بھی غالب و برتر رہی لیکن جب اُمت نے اس ذمہ داری کی ادائیگی میں کوتاہی کی تو اسے دنیا میں شدید ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ بات واضح رہے کہ اگر اُمت اجتماعی سطح پر شہادت علی الناس کے فریضے کو ادا نہیں کرتی تو از خود اس کی ذمہ داری کا بوجھ امت کے ہر فرد کے کاندھوں پر آ جاتا ہے۔ ایسی صورت میں جن لوگوں کو بھی اس ذمہ داری کا شعور حاصل ہو جائے انہیں چاہئے کہ وہ مل جل کر ایک جماعت تشکیل دیں اور اس فریضے کی ادائیگی کے لئے ہر ممکن کوشش کریں۔ سورہ آل عمران میں ایسی صورت حال کے لئے ہدایت موجود ہے کہ: "ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون۔"

دین کو قائم کرنے کی جدوجہد

تیسری ذمہ داری جو دین کی جانب سے ہم پر عائد ہوتی ہے اس کا جامع عنوان ہے "اقامت دین"۔ یعنی اللہ کے دین کو بالفعل نافذ و غالب کرنا۔ ہمارا دین محض چند عقائد یا مراسم عبودیت کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک مکمل نظام زندگی ہے۔ جس میں فرد اور اجتماعیت ہر سطح پر ہمیں رہنمائی دی گئی ہے۔ ازروئے قرآن یہ دین ہمیں دیا ہی اس لئے گیا تھا کہ ہم اُسے قائم و نافذ کریں۔ ان اقیموا الدین و لا تتفرقوا فیہ (سورۃ الشوریٰ، آیت نمبر 13) ویسے بھی یہ حقیقت ہے کہ ہر نظام اپنا غلبہ چاہتا ہے اور کسی ملک میں بیک وقت دو نظام رائج نہیں ہو سکتے۔ اگر جمہوریت ہے تو ملوکیت کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسی طرح اگر دینُ اللہ ہے تو دینِ باطل کی کوئی گنجائش نہیں۔ کسی ایک ہی کو فیصلہ کن حیثیت حاصل ہوگی۔ یہ زمین اللہ کی ہے۔ یہاں شریعت اور قانون دینے کا اختیار صرف اسی ذات حق سبحانہ کو ہے۔ ان الحکم الا للہ۔ لہٰذا کسی اور کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اللہ کے دین اور اس کی شریعت کو چھوڑ کر کوئی اور خود ساختہ دین اور قانون یہاں قائم و نافذ کرے۔ اللہ کے دین کے سوا اگر کوئی باطل نظام قائم ہے تو یہی فتنہ اور فساد فی الارض ہے۔ مسلمان جو کہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور فی الواقع اسے سب سے بڑا یعنی اکبر سمجھتے ہیں، اُن کا فرض ہے کہ وہ

مرزا غالب

انتخاب: قاضی عبدالقادر

دیدہ وراں

راہ زیں دیدہ وراں پرس کہ در گرم روی
جادہ چوں نبضِ تپاں در تن صحرا بینند

راستہ ان اہلِ نظر سے پوچھو جو تیز روی میں اُسے صحرا کے جسم میں تڑپتی ہوئی نبض کی طرح پہچان لیتے ہیں۔

شررے را کہ بناگاہ بدر خواہد جست
زخمہ کرذار بہ تار رگِ خارا بینند

جو رگِ خارا کے تار پر مضراب کی ضرب سے اچانک نمودار ہونے والی چنگاری کو دیکھ لیتے ہیں۔

قطرۂ را کہ ہر آئینہ گہر خواہد بست
صورتِ آبلہ بر چہرۂ دریا بینند

جنہیں گہر بننے والا قطرہ سطح دریا پر آبلے کی صورت میں نظر آ جاتا ہے۔

شام در کوکبۂ صبح نمایاں نگرند
روز در منظرِ خفاش ہویدا بینند

جو ستارۂ صبح میں شام کا ظہور اور چمگادڑوں کے منظر میں صبح طلوع ہوتے دیکھتے ہیں۔

نستوہند اگر ہمرہِ مجنوں گردند
نخروشند اگر محملِ لیلا بینند

"اگر مجنوں کے ساتھ ہوں تو (پیش آنے والے مصائب سے) رنجیدہ اور ملول نہیں ہوتے۔ اور اگر محمل لیلیٰ دیکھ لیتے ہیں تو (فرطِ نشاط و مسرت میں) شور نہیں مچاتے۔"

دل نہ بندند بہ نیرنگ دریں دیر دو رنگ
ہر چہ بینند بعنوانِ تماشا بینند

اس دو رنگی دنیا کے فریب سے دل نہیں لگاتے اور اسے محض لہو و لعب سمجھتے ہیں۔"

تمام باطل نظاموں کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر صرف اللہ کے دین کو اس کی زمین پر غالب و نافذ کرنے کے لئے بھرپور جدوجہد کریں۔ قرآن حکیم میں دو مقامات پر یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ وقاتلوھم حتی لاتکون فتنہ ویکون الدین کلہ للہ ''مسلمانو! (ان مشرکین سے) جنگ جاری رکھو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہوجائے اور دین (نظام) کُل کا کُل اللہ کے لئے ہوجائے۔''

یہ اہم حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ شہادت علی الناس کا حق بھی اس وقت تک ادا نہیں ہوسکتا جب تک کہ کسی قابلِ ذکر خطۂ زمین پر اللہ کے دین کو بالفعل قائم و غالب نہیں کردیا جاتا۔ اس لئے کہ اللہ کے دین کی گواہی (شہادت) ہمیں اپنے قول سے بھی دینی ہے اور عمل سے بھی۔ اپنے عمل سے اللہ کے دین کی گواہی دینے کی واحد اور ممکن صورت یہی ہے کہ اسلام کے زرین اصولوں پر مبنی ایک معاشرہ بالفعل چلا کر دکھا دیا جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدینؓ نے اس دین کو عملاً قائم و نافذ کرکے نوعِ انسانی پر تاقیامت حجت قائم کردی کہ یہ نظام نہ صرف قابل عمل ہے بلکہ ایسا صالح اور عدل وقسط پر مبنی نظام ہے کہ وہ خطہ جہاں یہ نظام قائم ہوجائے وہ واقعی جنت ارضی کا نقشہ پیش کرتا ہے۔ اب وہی نظام پوری زمین پر غالب و نافذ کرنا امت کا فریضہ ہے۔ تاکہ آپ کا مشن مکمل ہوسکے اور اظہار دین کا فریضہ کمال کو پہنچے۔

یہ ہیں وہ تین اہم ذمہ داریاں جو دین کی طرف سے ہم پر عائد ہوتی ہیں لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم میں سے اکثر کو سرے سے ان فرائض کا کوئی شعور حاصل نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمانوں میں ان فرائض کا شعور اجاگر کیا جائے تاکہ جن لوگوں کو اس کا احساس ہوجائے وہ اپنی ہمتوں کو مجتمع کرکے ان فرائض کی ادائیگی کے لئے کمربستہ ہوجائیں۔ ان تین ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مزید تین چیزوں کا اہتمام ضروری ہے اور وہ تین چیزیں ہیں جہاد فی سبیل اللہ، جماعت اور بیعت۔

جہاد، جماعت اور بیعت

اوپر بیان کردہ تین ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ہم پیہم جدوجہد کریں۔ بھرپور کشمکش اور مجاہدہ کریں۔ اس کے لئے قرآنی اصطلاح جہاد فی سبیل اللہ ہے، سورہ حج میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ "وجاھدو فی اللہ حق جھادہ" اور جدوجہد (جہاد) کرو اللہ کی راہ میں جیسا کہ اس کے لئے جہاد کا حق ہے۔ اس جدوجہد اور کشمکش کے بھی تین درجے ہیں۔ پہلی سطح پر یہ کشمکش خود اپنے نفس کے ساتھ ہے۔ یعنی اس نفس کو اللہ کی بندگی اور اطاعت کا خوگر بنانا۔ اس کے لئے بھی شعوری جدوجہد درکار ہے۔ پھر اللہ کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے جدوجہد کی ضرورت ہے۔ یہ جہاد کی دوسری سطح ہے اور یہاں جہاد نظریاتی سطح پر ہوتا ہے۔ مختلف نظریات ایک دوسرے کے مقابل آتے ہیں۔ کہیں لادینی نظریات اور کہیں مارکسی نظریات سے سابقہ پیش ہوگا اور کہیں الحاد اور مادہ پرستی کے ساتھ نظریاتی تصادم ہوگا۔ اس نظریاتی جہاد کے لئے مسلمان کا سب سے بڑا ہتھیار قرآن حکیم ہے۔ باطل نظریات کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے شمشیر قرآنی کا استعمال ضروری ہے۔ تیسری سطح پر یہ کشمکش اس باطل نظام کیساتھ ہوتی ہے جو کسی بھی ملک میں رائج ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی بھی ملک میں دینِ اللہ کے قیام و نفاذ کے لئے ضروری ہے کہ وہاں کے مروجہ باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے۔ لیکن باطل نظام بھی آسانی سے راستہ نہیں دیتا بلکہ وہ مزاحمت کرتا ہے۔ یہی وہ مرحلہ ہے جہاں قتال (جنگ) کی بھی ضرورت پڑتی ہے اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنا پڑتا ہے۔ یہ جہاد کی آخری اور بلند ترین سطح ہے۔

اس ضمن میں دوسری چیز جس کا اہتمام ضروری ہے وہ ہے جماعت سے وابستگی۔ اس لئے کہ دین کے ان تقاضوں کی نوعیت ایسی ہے کہ انہیں انفرادی طور پر انجام نہیں دیا جاسکتا۔ خاص طور پر شہادت علی الناس اور اقامت دین جیسے مراحل کے لئے تو اجتماعی جدوجہد لازمی اور ناگزیر ہے۔ چنانچہ ایک طرف تو عقل بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ان فرائض کی انجام دہی کے لئے اجتماعی جدوجہد ضروری ہے اور دوسری طرف اس ضمن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد بھی موجود ہے۔ آپؐ نے فرمایا "آمرکم بخمسٍ بالجماعۃ والسمع والطاعہ والھجرہ والجھاد فی سبیل اللہ" ترجمہ: ''مسلمانو! میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں۔ جماعت سے وابستگی، سمع وطاعت اور ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ'' اس حدیث سے

علامہ اقبال

زمانہ

جو تھا نہیں ہے، جو ہے نہ ہوگا، یہی ہے اک حرفِ محرمانہ!
قریب تر ہے نمود جس کی اُسی کا مشتاق ہے زمانہ!
مری صراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں
میں اپنی تسبیح روز وشب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ!
ہر ایک سے آشنا ہوں لیکن جدا جدا رسم و راہ میری
کسی کا راکب، کسی کا مرکب، کسی کو عبرت کا تازیانہ!
نہ تھا اگر تُو شریکِ محفل، قصور میرا ہے یا کہ تیرا؟
مرا طریقہ نہیں کہ رکھ لوں کسی کی خاطر مئے شبانہ!
مرے خم و پیچ کو نجومی کی آنکھ پہچانتی نہیں ہے
ہدف سے بیگانہ تیر اس کا، نظر نہیں جس کی عارفانہ
شفق نہیں مغربی افق پر، یہ جوئے خوں ہے! یہ جوئے خوں ہے!
طلوعِ فردا کا منتظر رہ کہ دوش و امروز ہے فسانہ!
وہ فکرِ گستاخ جس نے عریاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو
اُسی کی بے تاب بجلیوں سے خطر میں ہے اُس کا آشیانہ!
ہوائیں اُن کی، فضائیں ان کی، سمندر ان کے، جہاز ان کے
گرہ بھنور کی کھلے تو کیونکر؟ بھنور ہے تقدیر کا بہانہ!
جہانِ نو ہو رہا ہے پیدا، وہ عالمِ پیر مر رہا ہے
جسے فرنگی مُقامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ!
ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ!

ہمیں جماعت کی نوعیت کے بارے میں بھی رہنمائی ملتی ہے۔ یعنی جماعت وہ مطلوب ہے جو سمع وطاعت (سنو اور اطاعت کرو) پر مبنی ہو۔ گویا ملٹری ڈسپلن درکار ہے۔ جہاں امیر کی اطاعت میں کسی قسم کی سہل انگاری یا تساہل کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ اسی جانب اشارہ ہے سورۃ تغابن کی آیت نمبر 16 میں: "فاتقوا اللہ ما استطعتم واسمعوا واطیعوا وانفقوا خیراً لانفسکم"

دین میں جماعت سازی کے لئے جو طریقہ ہمیں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت صحابہؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ملتا ہے وہ بیعت کا طریقہ ہے۔ یہی طریقہ دین کے مزاج کے مطابق ہے۔ اس ضمن میں دوسرے کسی طریقے کا سلف سے ہمیں سراغ نہیں ملتا۔ پوری اسلامی تاریخ میں جب بھی باطل نظام اور غیر مسلموں کیغلبہ سے نجات کے لئے جہاد کیا گیا تو جماعتیں اسی بنیاد پر بنیں۔ جیسے تحریک سید احمد شہیدؒ۔ اس تحریک کو دیگر تمام تحریکوں کے سرخیل کی حیثیت حاصل ہے، اس عظیم تحریک کی بنیاد بھی بیعت کے اصول پر تھی۔ اس کے بعد بھی جماعت سازی اسی اصول پر ہوئی چنانچہ مہدی سوڈانی کی تحریک جہاد، سنوسی کی تحریک اور پھر اخوان المسلمون کی عظیم تحریک۔ جب میں اسی بیعت کے اصول کو بنیاد بنایا گیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض غلط قسم کے پیروں نے جنہوں نے دین کو کاروبار بنالیا، بیعت کے لفظ کو بدنام کر دیا لیکن یہ اپنی جگہ حقیقت ہے کہ دین میں جماعت سازی کی واحد اساس یہی ہے اور بیعت کی اصطلاح قرآن وحدیث کی اصطلاح ہے۔ اسے ترک کرنا یقیناً خیر و برکت سے ہاتھ کھینچنے کے مترادف ہے۔

اسلامی نظام سے کیا مراد ہے؟

یہ بات واضح ہوجانے کے بعد کہ ایک مسلمان پر دین کی طرف سے کون کون سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں یہ سمجھ لینا مناسب ہوگا کہ اسلامی نظام یا دین حق سے مراد کیا ہے اور اس نظام کا نظریۂ توحید کے ساتھ کیا تعلق ہے۔

اسلام جو کہ دین توحید ہے، افراد سے بھی توحید پر کاربند رہنے کا تقاضہ کرتا ہے اور اجتماعی زندگی میں بھی توحید کو رائج کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ یہی اسلام کا انقلابی نظریۂ توحید جب زندگی کے اجتماعی گوشوں میں سرایت کرتا ہے تو اسلامی نظام کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ توحید کے انقلابی نظریئے کی بنیاد پر یہ اسلامی نظام اگر قائم ہوجائے تو اس کے نتیجے میں سماجی، معاشی اور سیاسی سطح پر درج ذیل تبدیلیاں رونما ہوں گی۔

سماجی سطح پر

☆ چونکہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اس لئے نسل، رنگ، زبان، پیشے اور جنس کی بنیاد پر نہ کوئی اونچا ہے نہ نیچا، بلکہ عزت اور شرافت کا معیار صرف تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔

☆ پردے کے شرعی احکام کا نفاذ، خواتین کی عزت اور وقار کی پوری حفاظت، اسلام کے خاندانی نظام کے تحت خواتین کے حقوق کی پوری ضمانت تاکہ وہ یکسوئی کے ساتھ آئندہ نسل کی بہترین تربیت کرسکیں۔

☆ خواتین کے ملکیت اور وراثت کے اسلامی حقوق کا تحفظ اور انہیں تعلیم، صحت اور گھریلو صنعتوں کے میدان میں اپنی صلاحیتیں بروئے کار لانے کی پوری آزادی ہوگی۔

☆ اسلامی سزاؤں کا نفاذ تاکہ ملک سے بدامنی اور قتل، چوری، ڈاکہ، زنا اور تہمت زنا جیسے سنگین جرائم کا قلع قمع کیا جاسکے۔

☆ سماجی برائیوں مثلاً رشوت، کنبہ پروری، فضول خرچی، نمود نمائش اور شادی بیاہ کی ہندوانہ رسموں کا خاتمہ۔

☆ سب کے لئے ایک نظام تعلیم جس میں قدیم اور جدید اور دینی اور دنیوی کی تقسیم نہ ہو۔ نیز میٹرک تک تعلیم مفت ہو۔

معاشی طرح پر

☆ ریاست ہر شہری کی بنیادی ضروریات یعنی غذا، لباس، رہائش، تعلیم اور علاج کی ذمہ دار ہوگی۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے مسلمانوں سے زکوٰۃ اور عشر اور غیر مسلموں سے جزیے کی وصولی کا نظام نافذ ہوگا۔

☆ مخلوق خدا کی خدمت، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور ضرورت مند افراد کو قرض حسنہ دینے کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

☆ سود کی لعنت کا مکمل طور پر خاتمہ کیا جائیگا۔ جوئے، سٹے، لاٹری، دوطرفہ آڑھت اور خرید وفروخت کی تمام حرام صورتوں کو ختم کرکے سرمایہ داری کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔

☆ شریعت اسلامی کی حدود کے اندر اندر انفرادی ملکیت اور آزاد معاشی جدوجہد کی فضا قائم کی جائے گی تاکہ صحت مند مقابلے سے صنعت وتجارت کو ترقی اور پیداوار میں اضافہ ہو۔

☆ مزدور اور کارخانہ دار کے درمیان اسلامی بھائی چارے اور عدل وانصاف کے علاوہ باہمی سودا کاری میں مزدور کو ریاست کی جانب سے کفالت کی ضمانت حاصل ہوگی۔

☆ جاگیرداری کی لعنت کا مکمل خاتمہ جس سے زمینداری کی ساری بُرائیاں ختم ہوجائیں گی۔ اس سلسلے میں امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ کے متفقہ فتوے سے بھی مدد لی جائے گی جس کی رو سے مزارعت کی ہر شکل حرام ہے یا حضرت عمرؓ کے اس اہم اجتہاد کو بھی بنیاد بنایا جائے گا کہ جو علاقے کسی بھی وقت مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح کئے تھے ان کی اراضی انفرادی ملکیت نہیں بلکہ اسلامی ریاست یعنی بیت المال کی ملکیت ہوتی ہیں۔

سیاسی سطح پر

☆ حاکمیت اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کی ہے چنانچہ قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جاسکے گا۔ اعلیٰ عدالتوں کو پورا اختیار ہوگا کہ ہر اس قانون کو منسوخ کردیں جو قرآن وسنت کے خلاف ہو۔

☆ ریاست کے کامل شہری صرف مسلمان ہوں گے اور ان کے حقوق شہریت بالکل مساوی ہوں گے۔ وہ اسلام کے اصول مشاورت کے مطابق باہمی مشورے سے ملک کے نظام کو چلائیں گے۔

☆ تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہوں گے اور کوئی شخص حتیٰ کہ صدر ریاست یا وزیر اعظم (خلیفہ) بھی قانون سے بالاتر نہ ہوگا۔

☆ غیر مسلموں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا پورا ذمہ لیا جائے گا اور انہیں کامل معاشی اور مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ چنانچہ وہ اپنے مذہب کے مطابق اپنی آئندہ نسلوں کی تعلیم وتربیت کے حقدار ہوں گے۔ البتہ انہیں مسلمانوں میں تبلیغ کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

☆ وحدانی یا فیڈرل یا کنفیڈرل نظام ریاست اور اسی طرح صدارتی یا پارلیمانی طرز حکومت میں سے کسے اختیار کیا جائے اس کا فیصلہ عوام کی کھلی رضامندی پر منحصر ہوگا۔ اس لئے کہ ان میں سے کوئی بھی دینی اعتبار سے لازمی ہے نہ حرام۔

☆ علاقائی یا نسلی وقبائلی روایات میں سے جو شریعت اسلامی سے متصادم نہ ہوں انہیں پورا تحفظ حاصل ہوگا۔ اسی طرح علاقائی زبانوں کے حقوق کی حفاظت ہوگی البتہ سب سے زیادہ زور عربی زبان کی تعلیم وترویج پر دیا جائے گا۔

مقصد کے حصول کا طریق کار

تنظیم اسلامی ممکنہ حد تک اس اسلامی انقلابی نظریہ کو عام کرنے اور اس کے لئے سارے جائز ذرائع استعمال کررہی ہے تاکہ مسلمانوں کو اپنے فرائض کا احساس ہو اور وہ دین توحید کو خود بھی اختیار کریں اور اجتماعی نظام میں بھی اسے رائج کرسکیں۔

دوسرا مرحلہ جماعت سازی کا ہے۔ تنظیم اسلامی بیعت سمع وطاعت کی مضبوط، منصوص، مسنون اور ماثور اساس پر استوار کی گئی ہے۔

تیسرا مرحلہ تربیت کا ہے جو حاصل ہوتا ہے پورے کے پورے دین پر عمل کرنے سے۔ پورے دین پر عمل کرنے کے نتیجے میں بگڑے ہوئے معاشرے کی طرف سے ایسی مخالفت ہوتی ہے جو انسان کو کندن بنادیتی ہے۔ پھر صبر محض کے مرحلے سے گزرنا تو اول دن ہی سے اس راہ کا لازمی حصہ ہے۔

ان مراحل سے گذر کر معتدبہ تعداد پر مشتمل ایک

جماعت فراہم ہوگئی تو پھر اقدام کے مرحلے کا آغاز کیا جاسکے گا۔

اقدام کے مرحلے میں باطل نظام کو چیلنج کیا جائے گا۔ کسی ایک منکر (جو تمام دینی مکاتب فکر کے نزدیک منکر ہو، مثلاً سود، جوا، لاٹری، فحاشی وغیرہ) کے خلاف پُر امن، منظم مظاہروں، دھرنے اور گھیراؤ کے ذریعے اقدام کیا جائے گا کہ اب یہ کام (منکر) ہم نہیں ہونے دیں گے۔ اس کے نتیجے میں باطل نظام طاقت استعمال کرے گا تو اگر اس تمام تر تشدد اور طاقت کا استعمال وہ جماعت سہہ جائے اور کوئی جوابی کاروائی نہ کرے لیکن اپنے مؤقف پر ڈٹی رہے تو اس کے تین نتائج نکل سکتے ہیں۔

تین ممکنہ نتائج

(i) حکومت ان مظاہروں کے نتیجہ میں پسپائی اختیار کرے، یعنی منکرات کو ختم کرنا شروع کردے تو اور کیا چاہئے۔ ایک منکر کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے منکر کے خلاف مظاہرے جاری رہیں گے تا آنکہ پورے کا پورا نظام اسلام کے سانچے میں ڈھل جائے۔

(ii) دوسرا ممکن نتیجہ یہ نکل سکتا ہے کہ حکومت وقت اسے اپنی بقاء، اپنی انا اور اپنے مفادات کے تحفظ کا مسئلہ بنالے اور طاقت کے استعمال سے اس اسلامی تحریک کو کچلنے کی کوشش کرے۔ اس موقع پر ذرا ٹھہر کر حکومت وقت کی ماہیت و ہیئت کو سمجھ لیجئے کہ وہ کیا ہوتی ہے۔ ہر حکومت کسی نہ کسی طبقہ کی نمائندگی کررہی ہوتی ہے۔ وہ معاشرے کے کسی طاقتور طبقہ کے مفادات کی محافظ بن کر بیٹھی ہوتی ہے۔ اسلام کا نظام عدل وقسط ان طبقات کے لئے پیغام موت لے کر آتا ہے۔ لہٰذا حکومت وقت کسی ایسی تحریک کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کرتی جس کے کامیاب ہونے کے نتیجہ میں سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ استحصالی نظام ختم ہوجائے اور اسلام کا عادلانہ و منصفانہ نظام قائم ہوجائے۔ لہٰذا وہ ریاست کی پولیس اور فوج کو اس تحریک کو کچلنے کے لئے بے دریغ استعمال کرے گی، چنانچہ لاٹھیاں برسیں گی، آنسو گیس کے شیل پھینکے جائیں گے، گولیوں کی بوچھاڑ آئے گی، گرفتاریاں ہوں گی، دار و رسن کے مراحل آئیں گے۔ لیکن اگر لوگ اللہ کی راہ میں قربانیاں حتیٰ کہ جان تک دینے پر تیار ہوں اور ثابت قدمی سے میدان میں ڈٹے رہیں تو پولیس کتنوں کو گرفتار کرے گی؟ فوج کتنوں کو اپنی گولیوں سے بھونے گی؟ اگر تحریک کے کارکنوں نے صبر و استقامت کا ثبوت دیا تو پورے وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ بالآخر پولیس اور فوج جواب دے دے گی کہ یہ مظاہرین ہمارے ہی ہم مذہب اور ہم وطن ہیں، ہمارے ہی اعزہ و اقرباء ہیں، یہ لوگ اپنی کسی ذاتی غرض کے لئے میدان میں نہیں آئے ہیں بلکہ اللہ کے دین کی سربلندی اور اس کے قیام کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے نکلے ہیں، تو آخر ہم کب تک ان کو اپنی گولیوں سے بھونتے چلے جائیں؟ نتیجہ یہ نکلے گا کہ حکومت کا تختہ الٹ جائے گا اور تحریک کامیابی سے ہم کنار ہوگی، جیسا کہ ایران میں ہوا کہ شہنشاہ ایران جیسے آمر مطلق کو بھی ایسی صورت حال میں باحسرت ویاس ملک چھوڑ کر فرار ہونا پڑا...... تو یہ دو ممکنہ صورتیں تو تحریک کی کامیابی کی ہیں۔

(iii) تیسرا نتیجہ یہ نکل سکتا ہے کہ حکومت وقت اس تحریک کو کچلنے میں کامیاب ہوجائے۔ اس صورت میں جن لوگوں نے اس راہ میں جانیں دی ہوں گی ان کی قربانیاں ہرگز ضائع نہیں ہوں گی۔ وہ ان شاء اللہ العزیز اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر عظیم اور فوز کبیر سے نوازے جائیں گے۔

تنظیم کے دفاتر

مرکزی دفتر: A-67 علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور، 54000 فون : 6366638, 6316638
فیکس : 6305110
ای میل markaz@tanzeem.org

دفاتر حلقہ

<u>حلقہ سندھ زیریں (کراچی)</u>
فلیٹ نمبر 1 حق سکوائر پہلی منزل بلاک C-13 عقب اشفاق میموریل ہسپتال، یونیورسٹی روڈ ۔ گلشن اقبال کراچی PC-75300
فون (021)4994247-4993464-4964597
فیکس: 021-4985647 موبائل 0300-9279348
sind@tanzeem.org

<u>حلقہ سندھ بالائی (سکھر)</u>
A-7 پروفیسر ہاؤسنگ سوسائٹی شکار پور روڈ سکھر، فون دفتر تنظیم اسلامی 071-31074 فون گاؤں 07446-410
گھر : 071-30641

<u>حلقہ بہاولنگر</u>
رمضان اینڈ کمپنی غلہ منڈی ہارون آباد ضلع بہاولنگر، فون نمبر گھر: 53738 آفس 0691-51104

<u>حلقہ پنجاب جنوبی (ملتان)</u>
25 آفیسر کالونی، ڈاکخانہ گلگشت، بوسن روڈ ملتان، فون نمبر 223186 (061) فیکس 223186
multan@tanzeem.org

<u>حلقہ پنجاب وسطی (جھنگ)</u>
مکان نمبر B-XII-1088/1 محلہ چمن پورہ جھنگ صدر PC-35202 فون نمبر : (0471)614220 رہائش 620637
فیکس: 0471-614220 (بعد مغرب تا رات)
jhang@tanzeem.org

<u>حلقہ پنجاب غربی (فیصل آباد)</u>
P-157 صادق مارکیٹ ۔ ریلوے روڈ فیصل آباد، فون نمبر : 041-624290 فیکس 728222، گھر 639755
faisalabad@tanzeem.org :

فیض آباد ہاؤسنگ سوسائٹی نزد فلائی اوور برج، I-8/4 اسلام آباد PC44790
فون دفتر: 4434438 (051) فیکس 051:4435430:
islamabad@tanzeem.org

<u>حلقہ سرحد شمالی (تیمرگرہ)</u>
اتفاق پلازہ فلیٹ نمبر 5 بلامبٹ روڈ تیمرگرہ، ضلع دیر (لوئر)
دفتر فون نمبر 0935-825920
timergara@tanzeem.org

<u>حلقہ سرحد جنوبی (نوشہرہ)</u>
آفس نمبر 4 سیکنڈ فلور کنٹونمنٹ پلازہ نزد جنرل بس سٹینڈ نوشہرہ کینٹ۔
فون دفتر: 610250 فیکس 0923-613532
فون گھر 262902 موبائل 0300-5903211
nowshera@tanzeem.org

<u>حلقہ بلوچستان (کوئٹہ)</u>
28۔ سید بلڈنگ بالمقابل پبلک ہیلتھ سکول جناح روڈ کوئٹہ
فون دفتر: 842969 فیکس 824060
فون رہائش 443748 موبائل 0320-4003405
فون: 081-443748 quetta@tanzeem.org

<u>حلقہ لاہور ڈویژن</u>
N-866 پونچھ روڈ، سمن آباد لاہور، فون دفتر: 7584627 دوکان: 7669890 موبائل 0333-4244724 گھر: 7565419، lahore@tanzeem.org

<u>حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن</u>
بیرون ایمن آبادی گیٹ شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ، فون 235708 فیکس 223604 رہائش 271673
موبائل : 0320 4855166
gujranwala@tanzeem.org

<u>حلقہ پنجاب شمالی (اسلام آباد)</u>
مکان نمبر 20 سلطان سٹریٹ نمبر 1 سابقہ پیرودیول شریف

عہد کی ذمہ داریاں

امام حسن البنا شہید

اے راست باز بھائی۔

اس بیعت کو قبول کر لینے سے مندرجہ ذیل باتوں کی ادائیگی آپ پر واجب ہو جاتی ہے تاکہ آپ اس عمارت میں ایک مضبوط اینٹ بن سکیں۔

1۔ ہر روز قرآن پاک کی تلاوت کیجئے‘ جو ایک پارے سے کم نہ ہو اور کوشش کیجئے کہ پورا قرآن پڑھنے میں ایک ماہ سے زیادہ وقت نہ لگے اور نہ ہی تین دن سے کم عرصے میں سارا قرآن پڑھ ڈالیے۔

2۔ تلاوت اچھی طرح کیجئے۔ دوسروں کو پڑھتے ہوئے سنئے اور اس کے مطالب پر غور کیجئے۔ جس قدر وقت اجازت دے‘ سیرت پاک اور اسلاف کی تاریخ کا مطالعہ کیجئے‘ اس سلسلہ میں ”حماۃ الاسلام“ کتاب کسی حد تک کفایت کر سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو بکثرت پڑھئے اور ان میں سے کم از کم چالیس حدیثیں یاد کر لیجئے — اس کے علاوہ اصولی عقائد اور فقہی اختلافات کے بارے میں بھی ایک ایک کتاب مطالعہ کرنی چاہئے۔

3۔ عمومی اصلاح کی کوشش کیجئے۔ آپ کے اپنے اندر جو بیماریاں ہیں ان کا علاج کیجئے۔ اپنی قوت اور جسمانی حفاظت کا اہتمام کیجئے اور صحت کی کمزوری کو طول نہ پکڑنے دیجئے۔

4۔ کافی‘ چائے اور اس قسم کے دوسرے مشروبات پر فضول خرچی کرنے سے بچئے‘ البتہ ضرورت کے وقت استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ مگر سگریٹ نوشی سے تو کوسوں دور رہئے۔

5۔ ہر چیز میں صفائی کا اہتمام کیجئے‘ یہاں تک کہ مشین‘ لباس‘ کھانے‘ بدن اور کام کی جگہ میں بھی‘ کیونکہ دین کی بنیاد ہی صفائی پر رکھی گئی ہے۔

6۔ سچ بات کہئے اور کبھی جھوٹ نہ بولئے۔

7۔ وعدے کو پورا کیجئے اور ممکن حد تک اپنی بات اور وعدہ کی خلاف ورزی سے بچئے۔

8۔ بہادر بنئے اور عظیم قوتِ برداشت پیدا کیجئے۔ حق کا اعلان کرنا‘ راز کو راز رہنے دینا‘ غلطی کو مان جانا‘ اپنے آپ کے متعلق بھی انصاف کرنا اور غصے کے وقت آپے میں رہنا بہادری کے بڑے بڑے اجزاء ہیں۔

9۔ باوقار رہئے‘ عزت کا پاس کیجئے مگر وقار آپ کو صالح مذاق اور مسکراہٹ سے نہ روکے۔

10۔ انتہائی باحیا بنئے۔ گہرا شعور رکھئے‘ حسن و قبح سے پورا پورا اثر لیجئے‘ پہلی قسم کی باتوں پر خوشی اور دوسری قسم کی باتوں پر ناخوشی کا احساس کیجئے۔ ذلت‘ رسوائی اور خوشامد کے بغیر عاجزی کا رویہ اختیار کیجئے۔ اپنی حیثیت سے کم شے کی طلب کیجئے تاکہ آپ اسے پا سکیں۔

11۔ عادل بنئے اور ہر حال میں صحیح فیصلہ کیجئے۔ نہ تو غصہ آپ کو کسی کی نیکیاں بھلا دے اور نہ ہی رضامندی کسی کی غلطیوں کی طرف سے آپ کی آنکھ کو بند کر دے۔ جھگڑا آپ کو کسی کے احسانات بھلا دینے پر آمادہ نہ کرے۔ حق بات کہئے‘ اگرچہ تکلیف دہ ہو اور خود آپ کے یا آپ کے کسی قریبی رشتہ دار کے خلاف ہی کیوں نہ پڑے۔

12۔ خوش خلق بنئے۔ دل میں خدمت عامہ کی لگن رکھئے‘ جب بھی کسی کی خدمت کا موقع ملے اسے اپنی خوش بختی سمجھئے اور خدمت سرانجام دیتے ہوئے خوشی محسوس کیجئے۔ بیماروں کی بیمار پرسی محتاجوں کی مدد بدحالوں کی دلجوئی کیجئے خواہ ایک خوش کن بات کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو۔ کمزوروں کے بوجھ اٹھایئے اور ہمیشہ ان ہی کاموں میں حصہ لیجئے۔

13۔ رحمدلی‘ شرافت اور سخاوت کے اوصاف اپنایئے۔ انسانوں اور حیوانوں سب کے ساتھ نرمی‘ بردباری اور درگزر کا برتاؤ کیجئے۔ تمام لوگوں کے ساتھ خوش معاملگی کیجئے اور حسنِ سلوک سے پیش آیئے۔ اسلام کے اجتماعی آداب کو ملحوظ رکھئے۔ چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کی عزت کیجئے۔ مجالس کو کشادہ رکھئے‘ چغل خوری اور غیبت سے بچئے۔ بے جا شور دغوغا سے پرہیز کیجئے‘ اور کسی کے ہاں جانے سے پہلے اجازت حاصل کیجئے۔

14۔ پڑھنے لکھنے میں مہارت پیدا کیجئے۔ اخوان کے رسائل‘ اخبارات اور دوسرے لٹریچر کا مطالعہ کیجئے۔ آپ کا اپنا ایک کتب خانہ ہونا چاہئے‘ خواہ چھوٹا سا ہی ہو۔ اگر آپ کسی فن کے ساتھ خاص تعلق رکھتے ہیں‘ تو اس فن میں کمال حاصل کیجئے۔ عالمِ اسلام کے مسائل پر نگاہ رکھئے اور جہاں تک ممکن ہو ایسے نتائج پر پہنچنے کی کوشش کیجئے‘ جو اہل فکر کے نتائج سے مطابقت رکھتے ہوں۔

15۔ حکومت میں کسی عہدے کی بھی خواہش نہ کیجئے اور اُسے رزق کا تنگ ترین دروازہ سمجھئے لیکن اگر مل جائے تو اُسے رد بھی نہ کیجئے‘ اِلّا یہ کہ وہ تحریکی ذمہ داریوں سے ٹکرانے لگے۔

16۔ آپ کتنے ہی غنی ہوں‘ کفایت شعاری سے کام لیں۔ آزاد کام کی طرف بڑھیں‘ خواہ کتنا ہی ادنیٰ ہو اور آپ خواہ کتنے ہی علمی کمالات رکھتے ہوں اس کام کیلئے تیار رہیئے۔

17۔ اپنے کام کو عمدہ‘ پختہ‘ بے کھوٹ اور وعدہ کے مطابق تیار کرنے کے خواہشمند رہئے۔

18۔ اپنے حقوق اچھے طریقے سے طلب کیجئے اور لوگوں کے حقوق میں کوئی کمی کیے بغیر پورے پورے اور بروقت ادا کیجئے۔

19۔ اپنے تمام معاملات میں سود سے دور رہئے اور پوری طرح بچئے۔

20۔ جوئے کی کسی بھی قسم کے قریب نہ جایئے‘ اس کے پیچھے خواہ کوئی بھی مقصد ہو۔ کمائی کے دیگر حرام ذرائع سے بھی اجتناب کیجئے‘ اس میں خواہ کتنا ہی فائدہ ہو۔

21۔ مسلم ممالک کی مصنوعات و اقتصادیات کی حوصلہ افزائی کر کے اسلامی ثروت کی خدمت کیجئے۔ ایک ایک قرش کے خرچ کرنے میں بھی احتیاط کو ملحوظ رکھئے‘ بے شک حالات کیسے بھی کیوں نہ ہوں تاکہ وہ کسی غیر اسلامی قوت کے ہاتھ میں نہ جانے پائے۔ اپنے اسلامی وطن کی مصنوعات کے سوا کسی بھی دوسرے ملک کی مصنوعات میں سے کھانے اور پہننے کی کوئی چیز استعمال نہ کیجئے۔

22۔ تحریک میں مالی طور پر بھی حصہ لیجئے‘ زکوٰۃ ادا کیجئے اور تمام ضروریات کے باوجود اپنے مال سے سائل و محروم کا

رہیں بشارتیں اور کشوف و کرامات اور انوار و تجلیات‘ تو آپ ان کے اکتساب کی فکر میں نہ پڑیں۔ سچی بات یہ ہے کہ اس مادی دنیا کے دھوکا دینے والے مظاہر میں توحید کی حقیقت کو پا لینے سے بڑا کوئی کشف نہیں ہے۔ شیطان اور اس کی ذرّیت کے دلائے ہوئے ڈراووں اور لالچوں کے مقابلہ میں راہ راست پر قائم رہنے سے بڑی کوئی کرامت نہیں ہے۔ کفر و فسق اور ضلالت کے اندھیروں میں حق کی روشنی دیکھنے اور اس کا اتباع کرنے سے بڑا کوئی مشاہدۂ انوار نہیں ہے۔ اور مومن کو اگر کوئی سب سے بڑی بشارت مل سکتی ہے تو وہ اللہ کو رب مان کر‘ اس پر جم جانے اور ثابت قدمی کے ساتھ اس کی راہ پر چلنے سے ملتی ہے۔

(مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

حصہ نکالئے۔

23۔ اپنا توشہ جمع کرتے رہئے' خواہ وہ کتنا ہی تھوڑا ہو اور سب کچھ سمیٹنے کے چکر میں نہ پڑیئے۔

24۔ اسلامی طور اطوار کو زندہ کرنے اور غیر اسلامی رسومات کو ختم کرنے کے لئے اپنی طاقت کے مطابق کام کیجئے اور اس خدمت کو زندگی کے ہر شعبہ میں سرانجام دیجئے۔ مثلاً سلام' زبان' تاریخ' لباس' مال' کام' آرام' کھانا پینا' آنا' واپس جانا' غم اور خوشی سب میں سنتِ مطہرہ کی پیروی کیجئے۔

25۔ اُن تمام داخلی و ملکی اداروں' غیر اسلامی مسائل' مجالس' اخبارات' جماعتوں' تعلیم گاہوں اور اُن تمام چیزوں کا بائیکاٹ کیجئے جو آپ کی اسلامی فکر کے مطابق نہ ہوں۔

26۔ اللہ کی الوہیت ہر وقت آپ کے ذہن پر چھائی رہنی چاہئے۔ آخرت کو یاد رکھئے اور اُس کے لئے تیاری کیجئے۔ رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر سلوک کے مراحل ہمت واستقلال سے طے کیجئے۔ نفلی عبادات کے ذریعے خدا کا قرب حاصل کیجئے' رات کے وقت نفل پڑھئے۔ ہر مہینے کم از کم تین دن کے روزے رکھئے۔ دل اور زبان سے اللہ کا ذکر کرتے رہئے اور منقولہ دعائیں ہر وقت نوکِ زبان رکھئے۔

27۔ طہارت اچھی طرح کیجئے اور اکثر اوقات باوضو رہئے۔

28۔ نماز بہت اچھی طرح اور ہمیشہ بروقت ادا کیجئے۔ مسجد میں اور باجماعت نماز پڑھنے کی ہر ممکن کوشش کیجئے۔

29۔ رمضان کے روزے رکھئے اور اگر اسباب مہیا ہوں تو بیت اللہ کا حج بھی کیجئے' اب استطاعت ہو تو اسی وقت اس فریضہ کو ادا کیجئے۔

30۔ ہمیشہ جہاد کی نیت اور شہادت سے محبت رکھئے اور اس غرض سے جتنی ہو سکے تیاری کیجئے۔

31۔ توبہ' استغفار کرتے رہئے۔ بڑے بڑے گناہ تو ایک طرف چھوٹی چھوٹی غلطیوں سے بھی بچئے۔ سونے سے پہلے کچھ وقت ایسا رکھئے جس میں آپ اپنے نفس کا محاسبہ کر سکیں کہ آپ نے کون کون سی برائیاں اور کون کون سی نیکیاں کی ہیں۔ وقت کی حفاظت کیجئے' کیونکہ اصل زندگی تو یہی ہے۔ ایک لمحہ بھی بے کار نہ گزاریئے اور مشتبہ چیزوں سے بچتے رہئے' تاکہ آپ حرام کے مرتکب نہ ہونے پائیں۔

32۔ اپنے نفس کے ساتھ اتنا مجاہدہ کیجئے کہ اسے مطیع کرنا آسان ہو جائے۔ نگاہوں کو جھکا کر رکھئے' توجہ پر کنٹرول کیجئے۔ نفسانی خواہشات کا مقابلہ کیجئے' انہیں ہمیشہ حلال و پاکیزہ کی طرف رغبت دلایئے اور اُن کے اور حرام کاموں کے درمیان حائل ہو جایئے۔

33۔ شراب' ہر نشہ آور بے خود کر دینے والی چیز اور اس قسم کے دوسرے تمام مشروبات سے مکمل پرہیز کیجئے اور ان سے پوری طرح بچئے۔

34۔ برے ساتھیوں' غیر صالح دوستوں' نافرمانی اور گناہ کے مقامات سے دور رہئے۔

35۔ فواحش کے قریب جانے کے بجائے ان کا مقابلہ کیجئے اور عیش و عشرت اور سہل پسندی ہرگز اختیار نہ کیجئے۔

36۔ اپنی جماعت کے تمام افراد سے فرداً فرداً تعارف حاصل کیجئے۔ اسی طرح انہیں اپنا تعارف کرایئے اور محبت' بھروسہ' مدد اور ایثار میں اخوت کا حق ادا کیجئے۔ اجتماعات میں شرکت کیجئے اور کسی زبردست عذر کے بغیر اُن سے غیر حاضر نہ رہئے' معاملات میں دوسرے بھائیوں کو ہمیشہ اپنے آپ پر ترجیح دیجئے۔

37۔ ہر ایسی تنظیم اور جماعت سے اپنا تعلق ختم کر لیجئے جس کے ساتھ رہنا آپ کی فکر کے لئے صحت مند نہ ہو۔ خاص طور پر اُس وقت جب کہ آپ کو اس بات کا حکم دے دیا جائے۔

38۔ اپنی دعوت کو پھیلانے کے لئے ہر جگہ کام کیجئے' اور قیادت کو اپنی سرگرمیوں سے باخبر رکھئے۔ قیادت کی اجازت کے بغیر کوئی ایسا کام نہ کیجئے جو اُس پر اثر انداز ہو اور اس کے ساتھ اپنا روحانی اور عملی تعلق ہمیشہ قائم رکھئے' اپنے آپ کو محاذ پر کھڑا ایک سپاہی تصور کیجئے اور حکم کے منتظر رہئے۔

مولانا امین احسن اصلاحیؒ

''اگر ہم نے اس جدوجہد میں بازی پالی تو فہو المراد اور اگر دوسری بات ہوئی تب بھی تمام راستوں میں ایک حق ہی کا راستہ ایسا راستہ ہے جس میں ناکامیابی کا کوئی سوال نہیں۔ اس میں اول قدم بھی منزل ہے اور آخر بھی! ناکامی کا اس کوچہ میں گزر نہیں ہے' اس کو مان لینے اور اس پر چلنے کا عزمِ راسخ کر لینے کی ضرورت ہے۔ پھر اگر تیز سواری مل گئی تو فبہا! یہ نہ سہی تو چھکڑے مل جائیں گے انہی سے سفر ہو گا' یہ بھی نہیں تو دو پاؤں موجود ہیں ان سے چلیں گے! پاؤں بھی نہ رہے تو آنکھیں ہیں ان سے نشانِ منزل دیکھیں گے! آنکھیں بھی بے نور ہو جائیں تو دل کی آنکھ تو ہے جس کی بصارت کو کوئی سلب نہیں کر سکتا بشرطیکہ ایمان موجود ہو''۔

بقیہ: ماہِ شعبان' تعارف رمضان

کے لئے خاص مت کرو اور جمعہ کے دن کو روزے کے لئے خاص مت کرو الا یہ کہ تم میں سے کوئی روزے رکھ رہا ہو اور جمعہ آن پہنچے۔'' جمعہ ہفتے کے بہترین دنوں میں سے ہے' لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے کوئی رات مخصوص ہوتی تو وہ لامحالہ جمعہ کی رات ہوتی۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اللہ کی عبادت کسی ایک مخصوص رات میں کر لینے سے بندگی کے فرائض پورے نہیں ہو سکتے۔ بندۂ مومن کو تو اپنی زندگی کی آخری سانس تک عبادتِ رب میں مشغول رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے از روئے قرآن ہمیں بنایا ہی اس لئے ہے۔ چنانچہ سورۃ الحجر میں ارشاد ہوتا ہے کہ ''اس آخری گھڑی (اپنی موت) تک اپنے رب کی بندگی کرتے رہو جس کا آنا یقینی ہے۔

اب خود ہی سوچیں کہ یہ نام نہاد ''جاگنے والی راتیں'' جن میں پوری پوری رات خود ساختہ دعائیں با آوازِ بلند پڑھی جاتی ہیں کون سی عبادت کا حق ادا کر رہے ہیں۔ نفلی عبادات تو ویسے بھی سب سے چھپا کر کرنے والی چیز ہے۔ نبی ﷺ نے دین میں نئی نئی باتیں ایجاد کرنے سے منع فرماتے ہوئے کہا ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں لے جانے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

بقیہ: سالانہ اجتماع کے مقاصد

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ: اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ؟ اَلْیَوْمَ اُظِلُّھُمْ فِیْ ظِلِّیْ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّیْ (صحیح مسلم' موطا) یعنی ''قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہاں ہیں وہ لوگ جو میری جلالتِ شان کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ آج کے دن میں انہیں اپنے سائے میں پناہ دوں گا۔ آج کے دن میرے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہو گا''۔ بعض دوسری روایات میں ''عرش'' کا لفظ آیا ہے کہ میں ان کو اپنے عرش کے سائے میں جگہ دوں گا۔ لیکن یہاں تو اس درمیانی واسطے کو بھی علیحدہ کر کے ''ظِلِّی'' یعنی اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دوں گا' کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔

احادیث میں وارد شدہ ان بشارتوں کو سامنے رکھ کر اپنے فارغ اوقات کو باہمی تعارف اور میل جول میں صرف کیجئے۔ اور اس کام میں جو وقت بھی صرف ہوا سے نہایت قیمتی سمجھئے کہ یہ ہرگز رائیگاں جانے والا نہیں ہے۔

مجھے قوی امید ہے کہ اگر آپ ان چار مقاصد کو سامنے رکھ کر پوری دلچسپی' انہماک اور نظم و ضبط کے ساتھ اجتماع کے پروگراموں میں شریک ہوں گے تو نہ صرف یہ کہ طریق کار اور منہجِ عمل کے بارے میں اگر کوئی ابہام آپ اپنے ذہنوں میں لے کر آئے تھے تو وہ از خود رفع ہو جائے گا بلکہ آپ ایک ولولۂ تازہ کے ساتھ اس اجتماع سے رخصت ہوں گے۔

مکتوب شکاگو

ماہِ شعبان تعارفِ رمضان ہے!

رعنا ہاشم خان

شعبان اسلامی کیلنڈر کا آٹھواں مہینہ ہے جو دو محترم مہینوں رجب اور رمضان کے بیچ میں آتا ہے۔ چونکہ شعبان المعظم ایک واجب الاجر اور گرانقدر مہینہ ہے لہٰذا ہمیں پیارے نبی ﷺ کی سنت سے اس ماہِ معظم کے بارے میں چند مخصوص ہدایات ملتی ہیں۔ کئی صحیح احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ شعبان کے مہینے میں بکثرت روزے رکھا کرتے تھے۔ یہ روزے آپؐ پر فرض نہیں تھے لیکن چونکہ شعبان رمضان سے بالکل پہلے آتا ہے' لہٰذا وہ اس کو زیادہ سے زیادہ عبادت میں مشغول ہو کر گزارہ کرتے تھے۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ جب ہم نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ رمضان کے علاوہ اور کس مہینے میں روزے رکھنا زیادہ واجب الاجر ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ شعبان کے روزے۔ جب رجب کا مہینہ شروع ہوتا تو پیارے نبی ﷺ یوں دعا فرمایا کرتے کہ ''اے اللہ! ہمارے لئے رجب اور شعبان کے مہینے میں برکت عطا فرمایئے اور ہمیں رمضان تک پہنچا دیجئے۔''

آپ ﷺ شعبان کے مہینے میں بکثرت روزے رکھنے کی وجہ یہ بیان فرماتے تھے کہ ''شعبان ایسا مہینہ ہے جو رجب اور رمضان کے درمیان ہے لیکن لوگ اس کی فضیلت سے غافل ہیں اور اس پر توجہ نہیں دیتے۔ اس مہینے میں لوگوں کے اعمال رب العالمین کے حضور پیش کئے جاتے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میرا شمار روزہ داروں میں ہو۔'' حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں نفلی روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے سوائے شعبان اور رمضان کے حضور ﷺ کو اور کسی مہینے میں مستقل روزے رکھتے نہیں دیکھا۔

ان تمام رپورٹس کی روشنی میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ شعبان کے روزے اگرچہ فرض نہیں لیکن اجر و ثواب میں اس قدر ہیں کہ پیارے نبی ﷺ اس مہینے میں روزہ چھوڑنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ لیکن ساتھ ہی ذہن میں یہ بات بھی رہنی چاہئے کہ یہ روزے وہ لوگ ہی رکھیں جو رمضان المبارک کے روزے بھی ان کے ساتھ بآسانی رکھ سکیں' کیونکہ رمضان کے روزے فرض کئے گئے ہیں اور ان کی ادائیگی ضروری ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''شعبان کا نصف گزر جانے کے بعد روزے نہ رکھو۔'' ایک اور جگہ فرمایا کہ ''رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھا جائے۔'' ان تمام احادیث کا نچوڑ یہ ہے کہ حضور ﷺ شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے کیونکہ انہیں رمضان شروع ہونے سے پہلے کمزوری یا نقاہت لاحق ہو جانے کا خطرہ نہیں ہوا کرتا تھا۔ لیکن اُمت کو انہوں نے 15 شعبان کے بعد اور رمضان سے چند دن پیشتر روزے رکھنے سے اس لئے منع فرمایا تاکہ ہم پوری توانائی اور تروتازگی کے ساتھ رمضان المبارک کا آغاز کر سکیں۔ سیرت صحابیاتؓ اور امہات المومنین رضی اللہ عنہا کی سیرت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ معزز خواتین اپنے قضا روزوں کی ادائیگی شعبان میں کیا کرتی تھیں۔ شعبان کے روزوں کو ہم رمضان سے قبل رمضان کی ٹریننگ بھی کہہ سکتے ہیں' لیکن پورے مہینے کے روزے اللہ کے نبی ﷺ کی سنت سے ثابت نہیں۔

ابن رجبؒ فرماتے ہیں کہ ''محترم مہینوں میں شعبان کے روزے رکھنا بہتر ہے اور وہ روزے بہترین ہیں جو رمضان سے متصل مہینوں میں رکھے جائیں۔'' ان روزوں کا اسٹیٹس وہی ہے جو السنن الرواتب کا ہے یعنی وہ سنتیں جو فرض نمازوں میں فرض سے پہلے اور بعد میں پڑھی جاتی ہیں' اور فرض نمازوں میں ہونے والی غلطیوں کو میک اپ کر لیتی ہیں۔ رمضان سے پہلے شعبان کے مہینے میں روزے رکھنے کی ترغیب دلانے سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ رمضان سے پہلے لوگوں کو غفلت سے جگا کر ان کا رخ اللہ کی طرف موڑا جائے تاکہ وہ رمضان کا استقبال خاطر خواہ طریقے سے کر سکیں۔

ہمارے اسلاف میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں جہاں لوگوں کو وقت کا صحیح استعمال سکھانے کے لئے لوگوں کے گروپ ایسے اوقات میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جایا کرتے تھے جن اوقات میں لوگ عام طور پر غفلت کا شکار نظر آتے ہیں۔ مثلاً مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت سلف کا ایک گروپ عبادت میں گزارہ کرتا تھا اور اس وقت لوگ عام طور پر لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ آج ہمارا ٹی وی دیکھنے والا طبقہ اس کی زندہ مثال ہے۔ اسی طرح مارکیٹ میں جانے کی دعا تعلیم کی گئی کہ یہ سب سے زیادہ غافل کر دینے والی جگہ ہے۔ لہٰذا رمضان سے قبل وقت کا استعمال اللہ کی عبادت کرنے کے لئے اور خود کو اس کا عادی بنانے کے لئے شعبان کے مہینے سے اسٹارٹ لے لینا چاہئے کہ ماہِ شعبان تو ہے ہی تعارفِ رمضان کہ اس میں کئی باتیں رمضان سے مشترک ہیں۔ مثلاً روزے رکھنا' تلاوتِ قرآن اور صدقہ دینا۔

سلامہ ابن سہیلؒ سے مروی ہے کہ شعبان کا مہینہ قرآء کا یعنی قرآن کی تلاوت کرنے والوں کا مہینہ ہے۔ امر ابن قیسؒ کی ایک دکان تھی جسے وہ شعبان کی آمد پر بند کر دیا کرتے تھے اور خود کو تلاوتِ قرآن میں مشغول کر لیتے تھے۔

برصغیر پاک و ہند' افغانستان اور بنگلہ دیش میں لاعلم لوگوں نے اسلامی مہینوں کی کچھ راتوں کو غیر مستند روایات اور من گھڑت واقعات کی بناء پر عبادت کے لئے مخصوص کر لیا ہے اور ان راتوں کی بابت یہ مشہور کر دیا ہے کہ ان میں عبادت کا ثواب بیس سال کی عبادت کے برابر ہے اور صرف ایک رات کی عبادت چالیس سال کے گناہوں کا کفارہ ہے وغیرہ۔

نصف یا 15 شعبان المعظم کی رات بھی اسی مقصد کے لئے مخصوص کر لی گئی ہے۔ جس کو عرفِ عام میں شب برات کہا جاتا ہے۔ اس رات کے بارے میں یہ بھی متصور کر لیا گیا ہے کہ روحیں اپنے گھر والوں سے ملنے آتی ہیں۔ بیوہ خواتین خاص طور پر اپنے شوہر کے پسندیدہ کھانے بنا کر ان کی روح کا انتظار کرتی ہیں۔ شوہر کی زندگی میں چاہے ان کے پسندیدہ کھانے نہ بنائے ہوں لیکن مرنے کے بعد ان کی روح کے لئے ضرور اہتمام کرتی ہیں۔ اسی طرح کئی خواتین شب برات کی عبادت کے لئے میکے کا رخ کرتی ہیں کہ اس رات کی عبادت میکے جا کر کرنا چاہئے۔

شب برات کا حلوہ اور روحوں کا جلوہ اگر ہم تھوڑا سا غور کریں تو صاف صاف خود ساختہ بات نظر آتی ہے۔ ہمیں سنتوں اور روایتوں سے کہیں ان باتوں کی کوئی سند نہیں ملتی۔ مختصر عمل سے ثواب حاصل کرنے کے لالچ میں ہم بالکل ہی مدہوش ہو بیٹھے ہیں۔ عبادت کے لئے چند خاص راتوں کو منتخب کر لینا پیارے نبی ﷺ کی سنت کے خلاف ہے۔ درحقیقت حضور ﷺ نے سختی کے ساتھ اس کام سے منع فرمایا ہے۔

حدیثِ نبوی ﷺ ہے کہ ''جمعہ کی رات کو عبادت

(بقیہ صفحہ نمبر 22)

افہام و تفہیم

داڑھی' مُسلمانوں کی تہذیبی علامت

حضورؐ کی محبت اور اِتباع کا تقاضا سنت سے ہی پورا ہوتا ہے

ندائے خلافت کے اکثر قارئین جناب اِقتدار احمد مرحوم سے بخوبی متعارف ہیں۔ مرحوم نے لاہور سے ہفت روزہ "ندا" کے نام سے ایک کامیاب جریدہ نکال کر چوٹی کے اہل قلم اور اَرباب صحافت سے داد وصول کی۔ اِسی "ندا" میں ایک قاری کے سوال کے جواب میں جناب اِقتدار احمد نے اِسلام کے ایک اہم شعار کے بارے میں اپنے شگفتہ قلم سے دلنشیں پیرائے میں وضاحت کی۔ اُمید ہے ندائے خلافت کے قارئین کو ہمارا یہ انتخاب پسند آئے گا۔ (ادارہ)

میرا ہرگز یہ منصب نہیں کہ شریعت میں کسی بات کی "آئینی" حیثیت کا تعین کروں' یہ بات بھی آپ کے سمجھنے کی ہے۔ اپنی ضرورت کی حد تک تو ہر مسلمان کو دین کا علم حاصل کرنا چاہئے اور اِسی علم کو عام کرنے کے لئے یہ سلسلہ مضامین شروع کیا گیا تھا' جس کے دوبارہ جاری ہونے کا اَجر اللہ تعالیٰ نے آپ کے حصے میں لکھ دیا لیکن ماہرانہ رائے دینے کا اہل ہر کوئی نہیں ہو سکتا۔ آج کا زمانہ "سپیشلائزیشن" کا دور کہلاتا ہے۔ لہٰذا یہ بات سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہونی چاہئے کہ شریعت میں کسی چیز کے مقام و مرتبہ کے بارے میں فیصلہ دینے کے لئے قرآن و حدیث اور فقہ کے علوم کی ضروری تحصیل شرط ہے۔ تاہم اپنی معلومات کی حد تک جن پر اللہ کی توفیق سے میں خود بھی عمل پیرا ہوں' آپ کے سوال کا جواب دوں گا اور کوشش ہو گی کہ اِس جواب میں بھی فنی اِصطلاحات اِستعمال کرنے کی بجائے عام فہم زبان میں بات کروں۔

ہدایت کا سرچشمہ قرآن مجید تو داڑھی کے بارے میں میرے علم کی حد تک کوئی حکم نہیں دیتا لیکن یہ ہدایت بار بار کی گئی ہے کہ مسلمان اللہ کے ساتھ ساتھ اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اَطاعت بھی پوری دلی آمادگی کے ساتھ کریں۔ حضورؐ کی طرف سے داڑھی رکھنے کا اشارہ ہمیں دو طرح ملا ہے' ایک یوں کہ آپ خود داڑھی رکھتے تھے اور اپنے ساتھیوں کی داڑھیوں پر بھی آپ نے پسندیدگی کا رویہ اختیار کیا اور دوسرے یوں کہ آپ نے صراحت کے ساتھ یہ ہدایت بھی کی کہ داڑھی رکھی جائے۔ حضورؐ کے متعدد اَقوال اِس سلسلے میں اِمکانی حد تک محفوظ شکل میں ہم تک پہنچے ہیں جن میں اَلفاظ کے رد و بدل کے ساتھ ایک مضمون مشترک ہے' جس کا مفہوم یہ ہے کہ داڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھ کو کم سے کم رکھو۔ سو جب ہمیں معلوم ہے کہ اولاً اللہ اور اِس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہم پر یکساں واجب ہے اور ثانیاً داڑھی رکھنے کا عندیہ حضورؐ نے اپنے عمل اور قول سے دیا ہے تو داڑھی رکھنا فی الحقیقت ایک مطلق حکم کی تعمیل ہو گی اور ایک مسلم جس نے اِسلام یعنی سر تسلیم خم کر دینے کا رویہ اِختیار کر لیا ہو' کیا مجال کہ چوں و چرا کرے۔

ایک اور پہلو سے دیکھئے تو آپ خود محسوس کریں گے کہ اللہ کی بندگی اور فرمانبرداری میں اِس کی عظمت و جبروت کے اِعتراف کا زیادہ دخل ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی اَطاعت میں حضورؐ سے محبت کا عنصر غالب رہتا ہے۔ آپؐ سے ہمارا تعلق محض اطاعت کا نہیں' اِتباع کا بھی ہے۔ اَطاعت اور اِتباع میں فرق کیا ہے؟۔ اطاعت مارے باندھے بھی کی جاتی ہے' مجبوراً بھی کرنی پڑتی ہے' دلی آمادگی موجود ہو تو سبحان اللہ ورنہ طبیعت پر جبر کر کے بھی کی اور کروائی جاتی ہے۔ لیکن اِتباع میں دلی آمادگی' ذاتی شوق' وابستگی اور خود سپردگی کے جذبات کی آمیزش اطاعت کو بہت خوش گوار اور دل پسند بنا دیتی ہے۔ حضورؐ سے محبت کا تقاضا "اظہار عشق" اور نعت خوانی سے پورا نہیں ہو جاتا بلکہ آپ کے احکام کی تعمیل کے علاوہ اپنی عادات' رہن سہن' چال ڈھال' شکل و صورت اور نشست و برخواست میں حضورؐ کے معمولات کی پیروی پر بھی اُکساتا ہے۔ مسلمان اِس جستجو میں رہتا ہے کہ فلاں فلاں معاملے میں نبی کریم کا طرز عمل کیا تھا اور حتی الامکان اس کی "نقل" کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپؐ کی زندگی کا پورا نقشہ چودہ صدیاں گزر جانے کے باوجود ہمارے ذخیرۂ علمی میں پوری طرح محفوظ ہے۔ ذرا غور فرمائیے کہ اس نقشہ کے خطوط اور آپ کے شب و روز کے معمولات کی ایک ایک تفصیل ہم تک کیسے پہنچی؟۔ اِس لئے کہ یہ زندگی ہمیشہ مسلمانوں کے لئے آئیڈیل رہی اور اِس سے مطابقت پیدا کرنے کی خواہش نے کبھی دم نہ توڑا۔

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ داڑھی رکھنے کا حکم قرآن مجید میں وارد نہیں ہوا' نہ حضورؐ نے اسے کفر و ایمان کے درمیان حد فاصل قرار دیا' چنانچہ اِس کا رکھنا "فرض" یا "واجب" نہیں بلکہ "سنت مؤکدہ" ہے یعنی ایک ایسا عمل جس پر آپ خود بھی قائم رہے اور مسلمانوں کو قائم رہنے کی تاکید بھی فرمائی۔ بقول آپ کے مسلمانوں کا ایک گروہ سرے سے اس سنت کا قائل نہیں اور آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ مسلمانوں کا ایک "روشن خیال" گروپ کسی بھی سنت کا قائل نہیں کیونکہ وہ سنت کے ماخذ یعنی ذخیرۂ احادیث کو "عجمی روایات" کا نام دیتا ہے۔ ایسے لوگوں کو قائل کرنے کی کوشش تو ضرور کی جانی چاہئے لیکن اُن سے اُلجھ کر آپ اپنا وقت ضائع کریں گے۔ بس اتنی بات گرہ میں باندھ لیجئے کہ قرار داد مقاصد کو پاس کرنے والے اور آخر کار اسے دستور کا حصہ بنانے پر مجبور ہو جانے والے روشن خیال لوگ بھی خواہی نخواہی اِسلام کی تعبیر کے لئے قرآن کے ساتھ سنت کو یکساں قانونی حیثیت دے چکے ہیں۔ گویا ہمارا ملکی دستور بھی سنت یعنی حضورؐ کے قول و عمل کو "اتھارٹی" تسلیم کرتا ہے اور داڑھی کی سنت تو محض قانونی ضرورت نہیں' معاملات محبت میں بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ جس مسلمان کو بھی دینی فرائض ادا کرنے کی توفیق دے گا' اس میں جلد یا بدیر نبی کریم ﷺ سے وابستگی اور محبت کے جذبات بھی پیدا ہو کر رہیں گے' جس کا لازمی نتیجہ اِتباع سنت ہو گا۔ آزمائش شرط ہے!۔

داڑھی کی مقدار کے بارے میں اگرچہ عام خیال یہ ہے جو وہم نہیں بلکہ مستند روایات پر مبنی ہے کہ اتنی تو ہو کہ اگر اپنی داڑھی کو آدمی اپنی ہی مٹھی کی گرفت میں لے کر دیکھے تو اس کا کچھ حصہ باہر نکلے۔ لیکن موٹی بات اور تمام مکاتب فکر کے حاملین میں متفقہ رائے یہ ہے کہ داڑھی رکھی جائے تو دیکھنے والوں کو محسوس ہو کہ رکھنے والے نے واقعی داڑھی رکھی ہے' کوئی فیشن نہیں کیا۔ اسے ایک عامل مسلمان (Practicing Muslim) کی علامت سمجھا جانا چاہئے اور جس چہرہ پر یہ سجی ہو' اسے کسی غلط جگہ دیکھ کر ناظرین بھی چونک جائیں اور خود اس چہرہ پر بھی خجالت و شرمندگی کے آثار نمایاں ہونے لگیں۔ لیکن فی الحال آپ لوگ مقدار کے معاملے میں زیادہ چھان پھٹک نہ کریں۔ اِتباع سنت کے جذبے کے ساتھ داڑھی رکھئے اور پھر اپنے دل کے قاضی سے ہی فتویٰ لیجئے کہ اِس کے ساتھ کیسا سلوک مناسب رہے گا۔

داڑھی اسلامی کلچر کا ایک ایسا حصہ بھی ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا' بالکل ایسے جیسے داڑھی مونچھ کو بالکل صاف رکھنا مغربی تہذیب میں نمایاں ہے۔ داڑھی ایک مسلمان کا تشخص ہے اور اس وضع قطع کا لازمی مظہر جو اسے غیر مسلموں سے ممتاز کرتا ہے۔ کہنے والے آپ سے کہتے ہوں گے کہ آدمی کے خیالات اور کرتوت مسلمانوں والے

ہونے چاہئے لیکن ایسا ہی ہے تو چین میں ''ماؤ کیپ'' کا رواج کیوں ہوا اور یہاں پاکستان میں بھی ماؤزے تنگ سے متاثر ہونے والوں نے ایک خاص وضع قطع کی اس ٹوپی کا استعمال کیوں شروع کر دیا تھا۔ سیدھی سی بات ہے کہ اسے ماؤ سے فکری اور جذباتی تعلق کی علامت کے طور پر اوڑھا جاتا رہا' اور دور کیوں جائیں' اپنے پڑوس ایران میں ہی دیکھ لیجئے۔ جدید ایران کے دینی تصورات سے ہمارے اصولی اور فروعی اختلافات اپنی جگہ' اِسلامی تہذیب کی نمائندگی اور اپنے تشخص کے اظہار میں ان کے مردوں نے ایک چیز اختیار کی اور ایک کو ترک کیا ہے۔ داڑھی رکھتے ہیں اور پورا مغربی لباس پہننے کے باوجود ٹائی نہیں باندھتے۔ دس سال پہلے تک چار جماعت پڑھا ہوا اور چار پیسے رکھنے والا ہر اِیرانی ''کلین شیو'' ہوتا تھا اور مغربی لباس چونکہ ان میں پوری طرح رواج پا چکا تھا لہٰذا اِس کی شان کو برقرار رکھنے کے لئے گلے میں ٹائی کا پھندہ ڈالنا بھی لازم قرار پایا۔ اب دُنیا بھر میں اِیرانی حکومت کے اعلیٰ و ادنیٰ عہدیدار' صحافی' دانشور' سیاستدان اور زندگی کے کسی بھی شعبہ سے تعلق رکھنے والے زعماء پہلے سے کہیں زیادہ گھومتے پھرتے نظر آتے ہیں' داڑھی کے ساتھ اور ٹائی کے بغیر۔ ذرا سوچئے تو سہی' ایسا کیوں ہے؟۔ اس سوال پر غور و فکر میں نوجوانوں کو اپنے سوال کا جواب اور اشکال کا حل مل جائے گا۔ ان شاء اللہ!

آپ لوگ زیورِ تعلیم سے آراستہ ہیں اور اپنے تخیل کو تحریک دے سکتے ہیں۔ ہمارے کلین شیو بھائیوں کی نفسیاتی اُلجھن کیا یہی نہیں کہ وہ سر پر رومال باندھ کر یا جالی دار ٹوپی رکھ کر مسجد میں داخل ہوں تو انہیں ایک نیک مسلمان ضرور سمجھا جائے لیکن کسی اور جگہ وہ ''مولوی'' نظر نہ آئیں۔ میں تفصیل میں نہیں جاتا' اِس شعوری یا غیر شعوری رویہ کا نفسیاتی تجزیہ خود ہی کر کے دیکھئے' رہا سہا اشکال بھی دور ہو جائے گا۔ OO

اطلاع برائے قارئین و ایجنٹ حضرات

تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کے حوالے سے ندائے خلافت کا زیرِ نظر شمارہ خصوصی اشاعت کی حیثیت رکھتا ہے' جس کی ضخامت بھی معمول سے زیادہ ہے۔ آئندہ ہفتے چونکہ ندائے خلافت کے کارکنان سالانہ اجتماع میں مصروف ہوں گے۔ لہٰذا 13/ اکتوبر کا شمارہ شائع نہیں ہوگا۔ قارئین اور ایجنٹ حضرات نوٹ فرمالیں۔ (ادارہ)

جماعت اسلامی کے کل پاکستان اجتماعِ عام کے نام

داعی تحریکِ خلافت پاکستان اور بانی تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد

کا ایک مخلصانہ اور ہمدردانہ پیغام

برادرانِ دین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!!—— اپنے عظیم الشان اجتماع کے انعقاد پر مبارکباد قبول فرمائیں!!—— اور اس موقع پر اپنے ایک پرانے ہم سفر کی اس دردمندانہ گزارش پر سنجیدگی سے غور فرمائیں کہ قومی زندگی کے اس مرحلے پر کسی کی وردی اتروانے کے لئے تحریک چلانے اور قربانیاں دینے کی بجائے پوری قوت اس پر صرف کریں کہ دستور پاکستان میں قراردادِ مقاصد' دفعہ 227' کونسل آف اسلامک آئیڈیالوجی اور فیڈرل شریعت کورٹ کی موجودگی کے باوصف نفاذِ نظامِ اسلامی اور تنفیذ شریعت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سدّ باب کے لئے جو چور دروازے موجود ہیں انہیں دستور میں ترمیم کی ایک مہم کے ذریعے اسی طرح بند کرائیں جیسے اب سے 55/56 سال قبل مولانا مودودی مرحوم نے مطالبہ' دستور اسلامی کی مہم کے ذریعے قراردادِ مقاصد منظور کرائی تھی—— جس میں اُس وقت اسلامیانِ پاکستان کے جملہ حلقوں اور تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں نے اس لئے تعاون کیا تھا کہ اس وقت نہ کسی انتخابی سیاست کا وجود تھا' اور نہ ہی حصولِ اقتدار کی خواہش کے کسی شک وشبہ کی گنجائش موجود تھی!—— اگر اب بھی جماعتِ اسلامی اور ایم ایم اے میں شامل دوسری جماعتیں اس مطالبے کو لے کر اٹھیں تو کیا عجب کہ ایک بار پھر دوسرے جملہ دینی اور سیاسی حلقے بھی بھرپور تعاون کریں—— اور اس طرح اللہ تعالیٰ اس بھٹکی ہوئی قوم اور منزل مقصود کو بھول جانے والی سلطنتِ خداداد پاکستان کے قافلے کو صحیح رخ پر ڈال دے—— اس ضمن میں دستور میں مطلوبہ ترمیم کا مسودہ بھی ان شاء اللہ جلد حاضر خدمت کر دوں گا—— کیا عجب کہ اگرچہ الفاظ قرآنی ﴿وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا﴾ (سورۃ فتح) کے مصداق مولانا مودودی کے متوسلین اور متبعین ہونے کے ناتے اس کے اوّلین حق دار تو آپ ہی ہیں تاہم اگر آپ نے توجہ نہ دی تو اللہ کسی اور کو اس کا علمبردار بن کر کھڑے ہونے کی توفیق عطا کر دے—— وما ذالك على الله بعزيز!! فقط والسلام مع الاکرام:

خاکسار **اسرار احمد** غفراللہ لہٗ وعفا عنہ!

ایڈیٹر کی ڈاک

❁ لندن سے محترم ڈاکٹر صہیب حسن عبدالغفار صاحب کا ایک مکتوب بانیٔ تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے نام موصول ہوا ہے جو یہاں منقول ہے:

''مکرم برادرم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب!

ندائے خلافت کے پچھلے چند شماروں سے آپ کے برادر محترم اظہار احمد قریشی صاحب اور اب تازہ شمارے سے آپ کی ہمشیرہ کی وفات کی خبر ملی۔ مرحوم اظہار احمد صاحب سے ساہیوال کے قیام کے دوران سرسری ملاقات تو ہوتی رہتی تھی۔ اُن سے بھرپور تعارف اس وقت ہوا جب وہ لندن تشریف لائے تھے اور مجھے چند دن میزبانی کا شرف حاصل ہوا تھا۔ ''اردو ڈائجسٹ'' کے ایک شمارہ میں اُن کی آپ بیتی کے بہت سے مخفی گوشوں سے شناسائی حاصل ہوئی۔ لاہور کی ایک ملاقات میں دورانِ گفتگو وہ مزید گہرائی کے متلاشی نظر آئے۔

آپ کے اور آپ کے خاندان کے لئے یہ بات باعث عز و افتخار ہے کہ مرحومین اظہار احمد سمیت آپ تمام بھائی کسی نہ کسی انداز میں دین حنیف کی بھرپور خدمت کرتے رہے' جو ان شاء اللہ آپ سب کے لئے بہترین سرمایۂ آخرت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ آپ کے بھائی اور ہمشیرہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے ان کی لغزشیں معاف فرمائیں اور انہیں آخرت کے اعزاز سے بھی نوازیں۔

میں انتہائی شکرگزار ہوں کہ آپ ایک طویل عرصہ سے مجھے میثاق' حکمتِ قرآن اور ندائے خلافت برابر ارسال کرتے رہے ہیں۔ میں ان کے مطالعہ سے ہمیشہ استفادہ کرتا رہا ہوں۔ خاص طور پر ندائے خلافت کے تینوں خصوصی شمارے بابت نظریہ پاکستان نمبر' فلسطین نمبر اور عراق نمبر میرے لئے خصوصی دلچسپی کا باعث رہے۔ اُن کے مرتب جناب سید قاسم محمود کو میں ذاتی طور پر نہیں جانتا' لیکن اُن کی علم سے محبت اور سخن شناسی کا معترف ہوتا جا رہا ہوں۔ میرا سلام اُنہیں پہنچا دیں۔

ندائے خلافت کے تازہ شمارے کے اداریہ میں دارفور کا ذکر ہوا ہے۔ محترم مدیر نے دارفور کے حالات کو جنوبی سوڈان سے مماثل قرار دیتے ہوئے اُسے بھی مسلم اور مسیحی تنازعے کے رنگ میں پیش کیا ہے' حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ دارفور کے تنازعہ کے دونوں فریق مسلمان ہیں' ایک طرف سوڈانی عرب ہیں اور دوسری طرف سوڈانی افریقن قبائل۔ بہتر ہے کہ مزید تحقیق کے بعد اس موضوع کو اس کے صحیح تناظر میں پیش کیا جائے۔

[محترم صہیب حسن عبدالغفار صاحب کے مشورے کے مطابق دارفور کے قضیے پر آئندہ کسی شمارے میں مفصل رپورٹ پیش کی جائے گی۔ مدیر]

❁ ''مسئلہ کشمیر نمبر آپ کے خط کے ساتھ موصول ہوا۔ قدرے تاخیر سے اس کی رسید دے رہا ہوں۔ ابھی محض جستہ جستہ دیکھا ہے' محفوظ کر لیا ہے۔ امید ہے کہ از اول تک آخر پڑھوں گا' ان شاء اللہ! لہٰذا حسب ضرورت داد دینے (یا فریاد کرنے) کا مرحلہ پڑھ لینے کے بعد ہی آئے گا''۔

(سید منور حسن' سیکرٹری جنرل' جماعت اسلامی پاکستان)

❁ ندائے خلافت کا تازہ شمارہ ہر لحاظ سے شاہکار ہے۔ الحمدللہ کافی جدّت آ چکی ہے۔ حسن ترتیب از سر نو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ سید قاسم محمود صاحب کے قلم کا کمال ہے کہ خشک سے خشک مضمون بھی پُر تاثیر ثابت ہو رہا ہے' آپ کا ہفتہ وار خطاب کافی جاندار ثابت ہو رہا ہے۔

محترم اقتدار احمد مرحوم کے دور کے شماروں میں سے کچھ نہ کچھ اقتباس ضرور شائع فرمایا کریں۔ ایمان تازہ ہو جائے گا۔

(قاری شبیر احمد سلفی' نقیب اسرہ' میرپور' آزاد کشمیر)

❁ ''مسئلہ کشمیر نمبر'' کے لئے دلی مبارک باد۔ نہایت شاندار اور معلومات افروز شمارہ ہے۔ البتہ صفحہ 68 پر ''ترانہ کشمیر'' کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ترانہ اپیقہ بانو اور طاؤس بانہالی نے مل کر کشمیری لوک دُھن میں گایا تھا۔ اس کے بول کشمیری شاعر محمود گامی کی نظم سے اخذ کئے گئے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ترانے کے بول بھی دل نواز ہیں اور دُھن بھی رُوح پرور ہے۔ آپ کو چاہئے تھا کہ کشمیری زبان میں جو اصل ترانہ ہے' وہ پورا کا پورا کشمیری ہی میں درج کرتے۔ پورا ترانہ میرے پاس موجود ہے' لیکن اس کا رومن انگلش میں لکھنا میرے لئے مشکل ہے۔ آپ نے جس کشمیری مصرعے کا مطلب قارئین ''ندائے خلافت'' سے دریافت کیا ہے یعنی

کریوم منز جگرس جائے چھ مینو مائے مشان چانی

اس مصرع کا اردو ترجمہ یہ ہے: ''میرے دل میں تمہارے لئے جگہ ہے اور تمہاری یاد میرے دل سے نہیں بھولتی''۔ اس ترانے میں پروف خوانی کی غلطیاں بھی قابل توجہ ہیں۔

(محمد اقبال خان' چیف انجینئر' سوئی ناردن گیس پائپ لائنز لمیٹڈ' فیصل آباد)

❁ ''ندائے خلافت'' آن لائن واقعی قابل تعریف ہے۔ ''آن لائن'' کی وساطت سے ایک پیغام بھیجنا چاہتا ہوں۔ مسلم اور غیر مسلم دونوں کا طرزِ عمل منافقانہ ہے۔ مثلاً عراق میں امریکا کی مامور انتظامیہ نے نفاذِ شریعت کی سخت مخالفت کی ہے لیکن جب انہوں نے اپنے سپاہیوں کی لاشیں دیکھیں تو اُنہیں معاً اسلام یاد آ گیا۔ اور انہوں نے کہا کہ اسلام نعشوں کی بے حرمتی کی اجازت نہیں دیتا۔ یہی منافقت آج کل حکومتِ پاکستان کر رہی ہے۔ حکومت مسلمانوں کو وانا میں شب و روز ہلاک کر رہی ہے اور جب ایک پاکستانی شہری کو عراق میں گرفتار کر کے قتل کیا گیا تو حکومت نے واویلا شروع کر دیا کہ مسلمان کے ہاتھوں مسلمان کا قتل حرام ہے۔ کیا حکومت پاکستان صرف غیر مسلموں کے ہاتھوں مسلمانوں کا قتل روا رکھتی ہے؟ کیا یہ منافقت اور اسلام اور اُس کے اعلیٰ احکام کے ساتھ مذاق نہیں؟ اللہ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔

(نامعلوم)

❁ مسئلہ کشمیر نمبر بہت عمدہ ہے۔ بہت محنت سے تیار کیا گیا ہے لیکن یہ سمجھ نہیں آتا کہ مسئلہ کشمیر نمبر کیوں نام رکھا گیا صرف کشمیر نمبر ہوتا اور مسئلہ نہ لکھتے تو خوبصورت لگتا' حالانکہ اس سے پہلے عراق نمبر' فلسطین نمبر بھی نکالا تو اس کے ساتھ مسئلہ نہیں لکھا تھا' اب کیسے لکھا؟

[گزارش ہے کہ یہ کشمیر نمبر نہیں ہے' بلکہ بھارت اور پاکستان کے درمیان جموں و کشمیر پر جو تنازعہ ہے اس تنازعے کو موضوع بنایا گیا ہے۔]

دعائے مغفرت

مرکزی ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی' پاکستان ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کے والد محترم اور قرآن کالج کے سابق پرنسپل پروفیسر چوہدری احمد شفیع صاحب 29 ستمبر کی رات بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں۔

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اللهم اغفرله وارحمه ادخله في رحمتك وحسابه حسابا يسيرا

MuslimWakeUp.com, is less for clarifying the confusion about Islam and more for sowing the seeds of hatreds and terror; thus intensifying the fear of Islam, promoting a "war within Islam," glorifying the values promoted by the US war lords and justifying the barbaric attitude towards the Muslim world.

Any Muslim or non-Muslim who has a little sense of ethics and morality cannot even share material published on its page, "Sex and the Umma," with his family, let alone promoting what it advocates: teen pregnancy, out-of-wedlock births, [9] the use of sex toys, homosexuality, [10] extra-marital sex, [11] and mockery of the sayings of Prophet Muhammed (PBUH) [12] and the Qur'an. [13]

The web site claims that it "champions an interpretation of Islam that celebrates the Oneness of God and the Unity of God's creation through the encouragement of the human creative spirit and the free exchange of ideas, in an atmosphere that is filled with compassion and free of intimidation, authoritarianism, and dogmatism."

These thoughts will attract many non-Muslims towards this and many other such sites, but looking at the references given at the end of this write up, one must decide if such ideas serve the purpose of the war lords in the US or they give "an interpretation of Islam that interprets the oneness of God."

This unnecessarily lascivious content not only violates some basic community decency standards of discourse but also leaves Salman Rushdie and Naguib Mahfouz look like saints.

According to this web site, a father angry at her teenage daughter's out of wedlock pregnancy is "akin to a tune from a Nazi marching band," but it believes: "whether self-appointed or not, America will determine the fate of the Muslim World." A father cannot shape the fate of his teenage kids but the US has every right to impose the values espoused by its war lords no matter how many lives it may take.

Interestingly, web sites belonging to "progressive" Muslims are almost all pro-Bush. Muslims for Bush remained a permanent link in their web sites. They have been twisting stories in favour of Bush as well. For example with a Photo from an anti-Bush protest rally in New York, the headline reads: This Is What Democracy Looks Like: Joining a Quarter of a Million Marchers in New York to Welcome the Republicans. [14]

It is very important for the Americans and other non-Muslims to identify friends of their real enemies within. In this case, these are the opportunist Muslims, rallying under different banners behind the American war lords.

Look at the 6 demands of the "progressive" Muslims and compare these with the unnecessary length and depth of Islam-bashing for sowing terror at MuslimWakeUp.com to see that the objective of the exercise is not what is demanded in the first place. So would be the end results both for the Muslim and the non-Muslim world.

There could be many disagreements among the followers of any religion or inhabitants of a society. It, however, doesn't need to give free licence to the war lords from another land to invade, occupy, torture and annihilate whole populations to "determine their fate."

The neo-mods of Islam promoting agenda of the war lords in the US is a sure recipe for global disaster.

Sane minds would do well to ignore the filth perpetrated by these Muslim opportunists and make them accountable with their sponsors and promoters — the real culprits behind 9/11 and subsequent mass killings. Their lies about Islam are far deep and destructive than their lies about Iraq's WMD.

Ignoring the cursed alliance of the neo-mods of Islam and the neo-cons of the West has led to Islam-is-the-enemy sign outside a church in the US today. If no appropriate actions are taken in time, tomorrow it will definitely turn the US and allied states into Nazi Germany of the late thirties.

The 21st century Final Solution would be far more horrible than the 19th century because unlike 10-12 million Jews, the solution this time would be for 1.3 billion Muslims, including the ones which are being exploited to intensify a "war within Islam."

ان شاء اللہ العزیز رفقائے تنظیم اسلامی کا سالانہ

کُل پاکستان اجتماعِ عام

7 تا 9/ اکتوبر 2004ء (بروز جمعرات' جمعہ' ہفتہ)

فردوسی فارم' سادھوکے میں منعقد ہوگا

☆ اجتماع کا آغاز 7/ اکتوبر (جمعرات) 4 بجے سہ پہر ہوگا اور یہ 9/ اکتوبر (ہفتہ) نماز ظہر تک جاری رہے گا۔

☆ اس اجتماع میں تمام ملتزم ومبتدی رفقاء شریک ہوں گے۔

☆ رفقاء واحباب کے لئے ہدایات:

1) اکتوبر سے لاہور میں رات کے وقت موسم قدرے سرد ہوجاتا ہے اس لئے شرکاء اجتماع موسم کے مطابق بستر اپنے ہمراہ ضرور لائیں۔

2) شرکاء اجتماع کو اجتماع گاہ تک پہنچانے کیلئے لاہور ریلوے اسٹیشن پر استقبالیہ کیمپ 7/ اکتوبر کی صبح 6 بجے سے لے کر نماز عصر تک رہے گا۔ اس کے بعد آنے والے رفقاء اپنے طور پر اجتماع گاہ میں پہنچیں گے۔

3) اپنے طور پر اجتماع گاہ پہنچنے والے رفقاء کے لئے مرید کے اور کاموکی کے درمیان سادھوکی کے مقام پر استقبالیہ کیمپ لگایا جائے گا جو کہ 7/ اکتوبر کی صبح سے رات عشاء تک قائم رہے گا۔ وہاں سے رفقاء کو اجتماع گاہ تک لے جانے کا مناسب بندوبست موجود ہوگا۔

4) اجتماعی طور پر بذریعہ بس سفر کرنے والے رفقاء کو واپسی پر لاہور اور گوجرانوالہ سٹیشن پر پہنچا دیا جائے گا۔

5) سندھ وبلوچستان کے امراء اپنے ان رفقاء کی تعداد الگ تحریر کردیں جنہیں واپسی سفر بذریعہ ریل کرنا ہوگا اور ان کی سیٹیں لاہور سے بک ہونا ہوں گی۔

(اس اجتماع میں خواتین کی شرکت کا انتظام نہیں ہے)

المعلن: **مرزا ایوب بیگ**' ناظم سالانہ اجتماع

866-N پونچھ روڈ' سمن آباد' لاہور فون:7520902-7584627

ای میل:lahore@tanzeem.org

Vol: 13 Regd. No. LRL -50 No. 38

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeem.org)

Wakeup non-Muslims!!

Nothing is more dangerous than taking enemies for friends out of utter ignorance. That is exactly what is happening in the non-Muslim world due to the fear and lies about Muslims and Islam spread by a sinister alliance of the neo-cons of the West and no-mods of Islam — an army of opportunists under different banners from "moderate" to "liberal" and "progressive" Islam. In the end, non-Muslims will remember not the "enemies" portrayed on the cover pages of the Times, [1]

But the real enemies who push them from confusion into clash and from clash into unnecessary wars and ultimate fall of the much vaunted global order. The enemy of the non-Muslim world is not Islam as it is now being officially recognized in the political (the 9/11 Commission's report) and religious circles (the sign outside a church reading: you must remember Islam is the enemy).The enemy of the non-Muslim world are not Muslims fighting physically and intellectually to bring an end to the direct and indirect occupations of their homelands.

The real Muslim-enemies of the non-Muslim world are those Muslims who are close friends of the real culprits behind 9/11: the war criminals involved in the continued carnage around the Muslim world. Together they are a gang that has shaped the mindset that sees enemy in nothing but Islam. [2]

Muslim-enemies of the non-Muslim world have no bombs. They have no intention to blow up building. They do not even intend to undermine the West. Their interest lies in success of the totalitarians in Washington and other capitals.

Their benighted opportunism, however, makes them extremely dangerous. As effective tools in the hands of the real culprits behind 9/11, [3] they are unknowingly undermining interest of both the East and the West.

Muslims-enemies of the non-Muslim world are not the masked gunmen in Iraq. They are the most "civilized" faces that we find under different banner from "moderates" to "liberal" and "progressive Muslims" — the neo-mods of Islam.

Understanding how the neo-mods of Islam are undermining the Western world under the auspices of the neo-cons is as much interesting as it is important to reverse this destructive trend.

It must go without saying that those who planned destruction of the WTC and forged a passenger plane's attack on Pentagon are not friends of the United States and its allies at all because for them destroying American property and killing innocent people is of no value as long as these criminal acts could serve their criminal objective.

Sacrificing WTC and 3000 people therein is just like the US customs and DEA agents brining in drugs from Colombia; selling it in the US street to their fellow countrymen; keeping the proceeds in American banks and then finally transferring these funds to BCCI (Bank of Credit and Commerce International) to facilitate its closure in 1988. [4]

These criminal acts, the subsequent occupations and the continuing carnage did not occur is a vacuum. These criminal acts and the subsequent political and military adventures needed years of ground work to prepare a mindset that would instantly accept Muslims and Islam as the enemies and would feel comfortable with all kinds of psychological degradation and physical annihilation of the alleged enemy.

The most important task of preparing such a depraved mindset has been undertaken by the "intellectual" alliance of likeminded war lords, such as Huntington, Lewis, Pipes, Perle, Friedman, Frum and others. Their work has been the real inspiration for the culprits behind 9/11 and their subsequent barbarism in Iraq and Afghanistan.

It is not difficult to see the whole range of enemies once it is established as to who are the real culprits behind 9/11 because by simple logic the friends of the enemies are also enemies.

It is not difficult to understand that the WTCs were not destroyed to bring a revolution in the US for some unimaginable levels of progress and prosperity. The only motive was to make the US invade and occupy the perceived "enemy lands," to promote a "war within" its perceived enemies and to impose a "way of life" which the perpetrators of these crimes deem appropriate for the whole world.

The real culprits behind 9/11 were most probably technicians, military experts, political figures and some strategic planners but, of course, not the opinion makers.

Nevertheless, it were the opinion makers who brought the real culprits to this state of mind and continue to belittle their crimes. The real friends of these opinion makers — read war lords — are the neo-mods of Islam who are being exploited to achieve the same objectives: facilitating and justifying invasions and occupations; promoting a "war within Islam"; demonizing Islam as incapable to govern all aspects of life and glorifying neo-cons' "way of life."

The US is not sitting in Iraq and Afghanistan just because of the lies by a few political figures and full moral support of the opinion makers with war infected mentality. They were also backed up by an army of Muslim opportunists within and outside the United States whose devoted struggle paved the way for barbarism in the name of democracy and liberation. The "intellectual" war lord's opinion alone could not have drawn the US into the quagmires to this extent.

These war lords and their Muslim counterparts (moderates, liberals and progressives) are breaking new grounds to widen the gulf between the East and the West. On the one hand American researchers are digging out the facts to expose the real culprits behind destruction of the WTCs and on the other the real culprits are promoting these Muslim opportunists so that they not only accept responsibility for the crime but present Islam in the most degraded form possible.

Once the real culprits behind 9/11 make these Muslim puppets perfectly speak against Islam, the non-Muslim world would not need the war-lords like Friedman, Frum, Perle and Pipes, talking and tarnishing the image of Islam to them.

Besides Pipes and company's numerous appeals to promote [5] these common enemies of the East and the West and their version of hypocrisy, [6] the recent additions are web sites like freemuslims.com and muslimwakeup.com.

FreeMuslims.com was launched soon after the politically ambitious and self-confessed apostate Muslim Kamal Nawash [7] met Daniel Pipes after a defeat in state elections. It is a good idea for self-promotion till the next elections. Pipes proudly claims to keeping an eye on activities of Kamal's organization like a big brother. [8] So much is enough for judging credibility of the views about Islam and Muslims published on the web sites the organizations erected out of expediency.

Content on the second web site,